ہفت روزہ بدر قادیان

جلسہ سالانہ نمبر

بابت

۱۵/۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

مطابق

۱۸/۲۵ فتح ۱۳۶۵ ہش

۱۸/۲۵ دسمبر ۱۹۸۶ء

جلد: ۳۵ | شمارہ: ۵۱/۵۲

شرحِ چندہ

سالانہ .... ۳۶ روپے
ششماہی .... ۱۸ روپے
ممالکِ غیر بذریعہ بحری ڈاک ..... ۱۲۰ روپے
فی پرچہ .... ۷۵ پیسے
خاص نمبر .... ۳ روپے

اداریہ

کاروانِ احمدیت، منزل بہ منزل

اُنیسویں صدی ۱۹ کا وسط آخر عالمِ اسلام کی اضطرابی اور بُحرانی کیفیت کا نقطۂ عروج تھا۔ مسلمان نہ صرف اتحاد و اتفاق کی خُدا داد نعمت سے محروم ہو چکے تھے۔ بلکہ اخلاق و رُوحانیت کی اُن قدروں سے بھی کوسوں دُور جا پڑے تھے جو قرونِ اُولیٰ کے مُسلمانوں کا سرمایۂ حیات تھیں۔ مُخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبریوں کے مطابق تمام عالمِ اسلام بعینہٖ وہی تصویر پیش کر رہا تھا جس کی اجمالی جھلک ہمیں نور الحسن صاحب ابن نواب صدیق حسن خان صاحب کے اِن الفاظ میں ملتی ہے :-

"اب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ عُلماء اِس اُمت کے بدتر اُن کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہیں میں سے فتنے نکلتے ہیں اور انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔" (اِقتراب السّاعۃ)

چہار سُو عالمِ اسلام پر مُسلّط اِس مُہیب تاریکی کو دیکھ کر خُدا کے ایک برگزیدہ بندے کا دل مضطرب ہو اُٹھا۔ اُس نے خُدائی اِذن اور "یُحْیِی الدِّیْنَ وَ یُقِیْمُ الشَّرِیْعَۃَ" کی محمّدی پیشگوئی کے مطابق تجدید و احیائے دین کا بیڑا اُٹھاتے ہوئے بارگاہِ ربّ العزت میں انتہائی تضرّع کے ساتھ یہ مناجات کی ؎

دِن چڑھا ہے دُشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے — اَے مِرے سُورج نِکل باہر کہ مَیں ہوں بیقرار
دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضعف دینِ مصطفےٰؐ — مجھ کو کر اَے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
یا اِلٰہی فضل کر اِسلام پر اور خود بچا! — اِس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اَب سُن لے پکار

اِسلام اور اُمتِ مسلمہ کے درد میں ماہیٔ بے آب کی مانند تڑپنے والا یہ وجود مقدّس بانیٔ سلسلہ احمدیہ سیدنا حضرت مرزا غُلام احمد قادیانی علیہ السّلام ہی تھے جنہوں نے انتہائی بے سرو سامانی کے عالَم میں چالیس بے کس و بے نوا درویشوں کی ایک مختصر سی جماعت تیار کی اور اِس تہی دست قافلے کو ہمراہ لے کر غلبۂ اسلام کی انتہائی کٹھن اور دُشوار گزار مُہم کو سر کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ دُنیا کے فرزندوں نے آپؑ کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو ہمیشہ سے اللہ کے فرستادوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔ کون سی روک تھی جو آپؑ کی راہ میں پیدا نہیں کی گئی۔ کُفر کے فتوے لگائے گئے۔ اقدامِ قتل کے جھُوٹے مقدمے قائم کر کے عدالتوں میں گھسیٹا گیا۔ سوشل بائیکاٹ کئے گئے۔ جائیدادوں کو نذرِ آتش کیا گیا۔ معصوم جانوں کو موت کے گھاٹ اُتار گیا۔ اور اس پر بھی جب آتشِ غیظ و غضب سرد نہ ہوئی تو قبریں کھود کر نعشوں کی بے حُرمتی کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ مگر آفرین ہے صدق و وفا کے اُن پیکروں پر کہ ہر گام پر ناقابلِ برداشت اذیتوں اور مصائب و آلام سے سابقہ پڑنے کے باوجُود وہ ایک عجیب سی شانِ بے نیازی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے۔ دُنیا کی نظروں میں تو اُس بے سرو سامان قافلے کا راستے کی دُشواریوں سے صحیح سالم بچ نکلنا بھی محال تھا۔ مگر قادر و توانا خُدا کی طرف سے قافلہ سالار کو مسلسل یہ بشارتیں عطا کی جا رہی تھیں کہ —— "مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" (تذکرہ) —— "مَیں تیرے خالص اور دِلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا۔ اور اُن کے نفوس و اموال میں برکت بخشوں گا۔" (اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)۔

آج جبکہ جماعتِ احمدیہ اپنی زندگی کے سفر کی ۹۷ منزلیں طے کر چکی ہے آئیے تاریخ کے جھروکوں سے جھانک کر دیکھیں کہ افرادِ جماعت کے اموال و نفوس میں غیر معمولی خیر و برکت اور تبلیغ و اشاعتِ دین کے باب میں جماعت کی محیّر العقول کامیابیوں سے متعلق خُدائے قادر و توانا کی طرف سے عطا ہونے والی یہ بشارتیں کیسی آب و تاب کے ساتھ پُوری ہوئیں اور آج بھی ہو رہی ہیں —— !!

● —— سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے مُبارک ہاتھوں سے جس روحانی جماعت کی بُنیاد گنتی کے صرف چالیس افراد سے پڑی تھی وہ دیکھتے ہی دیکھتے پنجاب کی حُدود سے نکل کر ہندوستان کے بیشتر صُوبوں میں پھیل گئی۔ اور حضور علیہ السّلام کی وفات (۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء) کے قریب برّصغیر ہند کے طُول و عرض میں پھیلے ہوئے احمدیوں کی تعداد قریباً چار لاکھ اور ۰۹-۱۹۰۸ء کیلئے اُن کے لازمی چندوں کا بجٹ -/۹۳۸-۴ روپے ریکارڈ کیا گیا۔ ● —— سیدنا حضرت مولانا حکیم نُور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے بابرکت عہدِ خلافت میں جہاں اندرونِ ملک جماعتِ احمدیہ کو مزید استحکام اور وسعت عطا ہوئی وہاں سرزمینِ یورپ میں جماعت کے پہلے بیرونی مشن کا قیام بھی عمل میں آیا۔ چھ سال کے اِس مختصر سے عرصے میں جماعت کی تعداد میں قریباً ڈیڑھ گنا اضافہ ہُوا۔ اور ۱۴-۱۹۱۳ء کے لئے صدر انجمن احمدیّہ کے لازمی چندوں کا میزانیہ آمد و خرچ مبلغ -/۱۹۹۷۵۰ روپے منظور کیا گیا —— ● —— سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے مبارک اور انقلاب آفریں دَور میں ریاستہائے متحدہ امریکہ۔ گی آنا۔ ٹرینیڈاڈ۔ غانا۔ نائیجیریا۔ گیمبیا۔ سیرالیون۔ لائبیریا۔ آئیوری کوسٹ۔ نیروبی۔ یوگنڈا۔ تنزانیہ۔ کینیا۔ ٹوگولینڈ۔ ماریشس۔ سیلون۔ برما۔ سنگاپور۔ ہانگ کانگ۔ فجی۔ جاپان۔ سپین۔ ہنگری۔ البانیہ۔ یوگوسلاویہ۔ ارجنٹائن۔ پولینڈ۔ ڈنمارک بورنیو۔ ہالینڈ۔ سویڈن۔ سوئٹزرلینڈ۔ عمّان۔ لبنان۔ شام۔ فلسطین۔ ایران اور عدن میں فعّال تبلیغی مشن قائم ہوئے۔ حضرت مُصلح موعود رضؓ کے وصال کے قریب جہاں جماعت کی تعداد کا اندازہ پچاس لاکھ کے قریب لگایا گیا وہاں حضور رضؓ کے عہدِ باسعادت میں منعقد ہونے والی آخری مرکزی مجلسِ شُوریٰ نے ۶۶-۱۹۶۵ء کے لئے صدر انجمن احمدیہ، انجمن تحریکِ جدید اور انجمن وقفِ جدید کا مجموعی بجٹ آمد و خرچ مبلغ -/۷۲۱۹۱۷۳ روپے منظور کیا —— ● —— سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بابرکت دَورِ خلافت میں بے شمار نئی مساجد۔ تبلیغی، تعلیمی اور طبّی مراکز نیز متعدد دُوسری جماعتی عمارتوں کی تعمیر کے علاوہ ناروے، ٹورانٹو، کیلگری، زمبابوے، ناگویا (جاپان)، فرینکفرٹ، مانچسٹر، ہڈرزفیلڈ، بریڈفورڈ، برمنگھم، ساؤتھ آل اور جلنگھم میں نئے تبلیغی مراکز قائم ہوئے اور جماعت کی تعداد بفضلہٖ تعالیٰ ایک کروڑ سے تجاوز کر گئی۔ حضورؒ کی مبارک زندگی میں منعقد ہونے والی آخری مرکزی مجلسِ شوریٰ نے ۸۳-۱۹۸۲ء کے لئے دُوسرے تمام طوعی چندوں کے علاوہ صرف ہر سہ مرکزی انجمنوں کا مجموعی بجٹ آمد و خرچ -/۶۹۹۲۱۹۸۲ روپے منظور کیا —— !!

● —— اور آج جبکہ جماعتِ احمدیہ قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد ایدہُ اللہ الودود کی انتہائی ولولہ انگیز قیادت میں اپنی منزلِ مقصُود کی جانب پہلے سے کہیں زیادہ سُرعت اور برق رفتاری کے ساتھ رواں دواں ہے گزشتہ چار سالوں میں فرانس۔ نتسپیٹ۔ بیلجیم۔ کولون۔ آکسفورڈ۔ گلاسگو۔ نیویارک۔ شکاگو۔ لاس اینجلز۔ واشنگٹن۔ ڈیٹرائیٹ۔ زائن۔ زائرے۔ زیمبیا۔ برازیل۔ تھائی لینڈ۔ آسٹریلیا۔ نیپال۔ آسام۔ بھُوٹان اور دہلی میں نئے مشن قائم کئے جا چکے ہیں۔ اِس وقت اکنافِ عالَم میں پھیلی ہوئی جماعت کی تعداد بفضلہٖ تعالیٰ ڈیڑھ کروڑ سے زائد ہے۔ اور ہر سہ مرکزی انجمنوں کا مجموعی سالانہ بجٹ آمد و خرچ سترہ کروڑ روپے سے بھی تجاوز کر چکا ہے۔ فالحمدُ للہ علیٰ ذٰلک —— معاندینِ احمدیت کی سفلی تدبیروں کے بالمقابل جماعتِ احمدیہ کی تائید و نصرت میں اللہ تعالیٰ کی یہ تمام فعلی شہادتیں اِس حقیقت کا مُنہ بولتا ثبوت ہیں کہ حالات خواہ کتنے ہی ناسازگار اور مخدوش کیوں نہ ہوں جماعتِ احمدیہ بہر صُورت اپنے مقصد اور نصب العین میں کامیاب ہوگی اور وہ وقت دُور نہیں بلکہ بہت قریب ہے جب احمدیت ہی سے اِسلام کی تعبیر کی جائے گی ÷

خورشید احمد انور

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۴ر فتح (دسمبر)۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بارہ میں لندن سے بذریعہ ڈاک ملنے والی اطلاع مظہر ہے کہ حضور پُرنور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں۔ الحمدُ للہ۔ احباب کرام التزام کے ساتھ اپنے جان و دل سے محبوب آقا کی صحت و سلامتی اور مقاصدِ عالیہ میں کامیابی کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔

● —— مقامی طور پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر جماعتِ احمدیہ قادیان مع محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ اور جملہ درویشانِ کرام و احباب جماعت بفضلہٖ تعالیٰ خیر و عافیت سے ہیں۔ الحمدُ للہ۔

● —— محترم شیخ عبد الحمید صاحب عاجزؔ ناظر بیت جائیداد و تعلیم، مکرم مولوی بشیر احمد صاحب خادم مکرم مولوی امیر احمد صاحب درویش، اہلیہ صاحبہ مکرم محمد اسماعیل صاحب گجراتی درویش اور مکرم مبارک احمد صاحب اسلم مختلف عوارض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے زیرِ علاج ہیں۔ سب کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے قارئین سے دُعا کی درخواست ہے۔

● —— مرکزِ سلسلہ میں جلسہ سالانہ کے انعقاد کے لئے جملہ انتظامات بفضلہٖ تعالیٰ پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔ اور مہمانانِ کرام کی آمد کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اِس رُوحانی اجتماع کو ہر جہت سے کامیاب اور بابرکت کرے۔ (آمین) ÷

پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر۔ نگران بورڈ بدر قادیان ÷

مَیں بھیجا گیا ہُوں تا سچّائی اور ایمان کا زمانہ پھر آئے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو

وُہ خالص اور چمکتی ہُوئی توحید جو ہر قسم کے شرک سے خالی ہو قوم میں دوبارہ اُس کا دائمی پودا لگا دُوں!

اگر غم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں خدائے واحد کی بجائے ایک عاجز انسان کی پرستش ہو رہی ہے!!

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ و السّلام

ایمانوں کی دُرستی

"مَیں اِس لئے بھیجا گیا ہوں تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کرکے دکھلاؤں۔ کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالَمِ آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دُنیا اور دُنیا کی جاہ مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اُس کو بھروسہ دُنیوی دُنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور بھروسہ ہرگز اُس کو خدا تعالیٰ اور عالَمِ آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دِلوں میں دُنیا کی محبّت کا غلبہ ہے..... سو مَیں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچّائی اور ایمان کا زمانہ پھر آئے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علّتِ غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین سے نزدیک ہوگا۔ بعد اس کے کہ بہت دُور ہو گیا تھا..... اور یہی کام ہیں جن کے لئے مَیں بھیجا گیا ہوں۔"

(کتاب البریہ صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴)

خالص اور چمکتی ہُوئی توحید کا قیام

"وہ کام جس کے لئے خُدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خُدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اُس کو دُور کرکے محبّت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں۔ اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کرکے اِصلاح کی بُنیاد ڈالوں۔ اور وہ دینی سچائیاں جو دُنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں اُن کو ظاہر کر دوں۔ اور وہ رُوحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دِکھلاؤں۔ اور خُدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دُعا کے ذریعے نمودار ہوتی ہیں، حال کے ذریعہ نہ محض قال سے اُن کی کیفیت بیان کروں۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی آمیزش سے خالی ہے جو اَب نابُود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوّت سے نہیں ہوگا بلکہ اُس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خُدا ہے۔"

(لیکچر لاہور صفحہ ۴۷)

گم گشتہ لوگوں کی ہدایت

"خُدا نے مجھے دُنیا میں اِس لئے بھیجا ہے کہ تا مَیں حِلم اور خُلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خُدا اور اُس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں۔ اور وہ نُور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہِ راست پر چلاؤں۔ انسان کو اِس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے دلائل اُس کو ملیں جن کی رُو سے اُس کو یقین آجائے کہ خدا ہے۔ کیونکہ ایک بڑا حصّہ دنیا کا اس راہ سے ہلاک ہو رہا ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ کے وُجود اور اس کی الہامی ہدایتوں پر ایمان نہیں ہے۔ اور خُدا کی ہستی کے ماننے کے لئے اِس سے زیادہ صاف اور قریب الفہم اور کوئی راہ نہیں کہ وہ غیب کی باتیں اور پوشیدہ واقعات اور آئندہ زمانہ کی خبریں اپنے خاص لوگوں کو بتلاتا ہے۔ اور وہ نہاں در نہاں اسرار جن کا دریافت کرنا انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اپنے مقرّبوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے کوئی راہ نہیں جس کے ذریعے سے آئندہ زمانہ کی ایسی پوشیدہ اور انسانی طاقتوں سے بالاتر خبریں اس کو مل سکیں۔ اور بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ غیب کے واقعات اور غیب کی خبریں بالخصوص جن کے ساتھ قدرت اور حکم ہے ایسے اُمور ہیں جن کے حاصل کرنے پر کسی طرح سے اِنسانی طاقت خود بخود قادر نہیں ہو سکتی۔ سو خُدا نے میرے پر یہ احسان کیا ہے جو اُس نے تمام دُنیا میں مجھے اِس بات کے لئے منتخب کیا ہے کہ تا وہ اپنے نشانوں سے گمراہ لوگوں کو راہِ راست پر لاوے۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳، ۱۴)

تثلیث کی خرابیوں کی اِصلاح

"چونکہ مَیں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں اِس لئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دُنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا سمجھ رکھا ہے میرے دِل پر اِس قدر صدمہ پہنچاتا رہا ہے کہ مَیں گمان نہیں کر سکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی غم گزرا ہو۔ بلکہ اگر ہم و غم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خُدائے واحد لاشریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں۔ اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے جو سچی ہدایت اور راہِ راست لے کر دُنیا میں آیا ہے۔ ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں....... اور میرا اِس درد سے یہ حال ہے کہ اگر دُوسرے لوگ بہشت چاہتے ہیں تو میرا بہشت یہی ہے کہ مَیں اپنی زندگی میں اِس شرک سے اِنسانوں کو رہائی پاتے اور خُدا کا جلال ظاہر ہوتے دیکھ لوں۔ اور میری رُوح ہر وقت دُعا کرتی ہے کہ اَے خُدا! اگر مَیں تیری طرف سے ہُوں اور اگر تیرے فضل کا سایہ میرے ساتھ ہے تو مجھے یہ دِن دِکھلا کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کے سر سے یہ تُہمت اُٹھا دی جائے کہ گویا نعوذ باللہ اُنہوں نے خُدائی کا دعویٰ کیا۔ ایک زمانہ گُزر گیا کہ میرے پنجوقت کی یہی دُعائیں ہیں کہ خُدا ان لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اُس کی وحدانیت پر ایمان لاویں۔ اور اُس کے رسُولؐ کو شناخت کر لیں اور تثلیث کے اعتقاد سے توبہ کر لیں۔"

(تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۷۱، ۷۲)

نیک فطرت رُوحوں کو دینِ واحد پر جمع کرنا

"خُدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں، توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی

خدا تعالےٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دُنیا میں بھیجا گیا ہوں سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دُعاؤں پر زور دینے سے ۔"

(الوصیت صفحہ ۱۰، ۱۱)

چودھویں رات کا چاند

" اَے سچائی کے طالبو ! سچائی کو ڈھونڈو کہ اب آسمان کے دروازے کھلے ہیں ..... کیا ضرور نہ تھا کہ زمین کے اِس طوفان کے وقت آسمان پر کچھ ظاہر ہوتا ۔ سو اِس لئے خُدا نے ایک بندہ کو اپنے بندوں میں سے چُن لیا ۔ تا اپنی قدرت دِکھلاوے اور اپنی ہستی کا ثبوت دے ۔ اور وہ جو سچائی سے ٹھٹھے کرتے اور جھُوٹ سے محبت رکھتے ہیں اُن کو جتلاوے کہ مَیں ہوں اور سچائی کا حامی ہوں ۔ اگر وہ ایسے فتنہ کے وقت میں اپنا چہرہ نہ دِکھلاتا تو دُنیا گمراہی میں ڈوب جاتی ۔ اور ہر ایک نفس دہریہ اور مُلحد ہو کر مرتا ۔ یہ خُدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ انسانی کشتی کو عین وقت میں اس نے تھام لیا ۔ یہ چودھویں صدی کیا تھی ؟ چودھویں رات کا چاند تھا جس میں خُدا نے اپنے نور کو چادر کی طرح زمین پر پھیلا دیا ۔"

(سراج منیر صفحہ ۸۳)

قریب ہے کہ مَیں ایک عظیم الشّان فتح پاؤں

" مَیں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہُوں کہ مَیں سچ پر ہُوں ۔ اور خُدائے تعالےٰ کے فضل سے اِس میدان میں میری ہی فتح ہے ۔ اور جہاں تک مَیں دُوربین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دُنیا اپنی سچائی کے تحتِ اقدام دیکھتا ہوں ۔ اور قریب ہے کہ مَیں ایک عظیم الشان فتح پاؤں ۔ کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اَور زبان بول رہی ہے ۔ اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اَور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دُنیا نہیں دیکھتی مگر مَیں دیکھ رہا ہوں ۔ میرے اندر ایک آسمانی رُوح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے ۔ اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہُوا ہے جس نے ایک پُتلی کی طرح اِس مُشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے ۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ مَیں اپنی طرف سے نہیں ہوں ۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں ؟ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اِس آسمانی صدا کا احساس نہیں ؟ "

(اِزالہ اَوہام صفحہ ۳۰۳)

قُرب پانے کا میدان خالی ہے

" تمہیں خوشخبری ہو کہ قُرب پانے کا میدان خالی ہے ۔ ہر ایک قوم دُنیا سے پیار کر رہی ہے ۔ اور وہ بات جس سے خُدا راضی ہو اس کی طرف دُنیا کو توجہ نہیں ۔ وہ لوگ جو پُورے زور سے اِس دروازے میں داخل ہونا چاہتے ہیں اُن کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دِکھلائیں اور خُدا سے خاص انعام پاویں ۔"

(الوصیت صفحہ ۱۳)

خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

منظوم کلام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام

اَے خُدا اَے کارساز و عیب پوش و کردگار !
اَے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار !

کس طرح تیرا کروں اَے ذُو المِنَن ! شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ مَیں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

آسماں میرے لئے تُو نے بنایا اِک گواہ
چاند اور سُورج ہُوئے میرے لئے تاریک و تار

تُو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نُصرت کے لئے
تا وہ پُورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

صاف دِل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دِل میں ہو خوفِ کردگار

کیوں عجب کرتے ہو گر مَیں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دَم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آرہا ہے اِس طرف احرارِ یوروپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہُوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں مِلّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھِلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یُوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ مَیں کرتا ہُوں اُس کا اِنتظار

اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَآءِ جَاءَ الْمَسِیْحُ جَاءَ الْمَسِیْحُ
نیز بشنو از زمیں آمد اِمامِ کامگار

اب اِسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اَے آوارگانِ دشتِ خار

اِک زماں کے بعد اَب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہَوا
پھر خُدا جانے کہ کب آویں یہ دِن اور یہ بہار

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۹۶)

" تم خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ خُدا تمہارے ساتھ ہے ۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص۶۶)

اپنی امتیازی خصوصیات اور دلکش محاسن کی وجہ سے دنیا میں اسلام ہی واحد عالمگیر مذہب ہے

یہی ایک زندہ مذہب ہے اور آج بھی خدا اور بندے کے درمیان تعلق کے قیام کا واحد دعویدار ہے

اس کا زندہ اور درخشندہ ثبوت جماعت احمدیہ کے وجود میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے

اسلام کی امتیازی خصوصیات پر کینبرا یونیورسٹی آسٹریلیا میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا معرکہ آرا خطاب

نوٹ:- سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آسٹریلیا کے دارالحکومت کینبرا میں آسٹریلین نیشنل یونیورسٹی کے فیکلٹی آف آرٹس کے لیکچر ہال میں مورخہ ۵ راکتوبر ۱۹۸۳ء کو ۲ بجے بعد دوپہر (ہندوستانی وقت کے مطابق ۹½ بجے صبح) "SOME DISTINCTIVE FEATURES OF ISLAM" "اسلام کی امتیازی خصوصیات" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس کا اردو ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ (ایڈیٹر)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۔

اسلام کا سب سے دلکش امتیازی حسن!

اسلام کی امتیازی خصوصیات کا ذکر کیجئے تو سب سے پہلے اور سب سے دلکش، اسلام کا جو امتیازی حسن آنکھوں کے سامنے ابھرتا ہے وہ اسکی یہ ادائے دلبری ہے کہ سچائی کا اس طرح اجارہ دار نہیں بنتا کہ گویا اسلام کے سوا کبھی دنیا میں کوئی سچا مذہب نہیں آیا اور عرب قوم کے سوا کبھی اللہ تعالیٰ نے کسی اور قوم کو اپنے پیار سے نہیں نوازا۔ بلکہ اسلام وہ منفرد مذہب ہے جو سچائی پر کسی مذہب یا قوم یا رنگ اور نسل کی اجارہ داری کو یکسر موقوف فرماتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری ہونے والی ہدایت کا سلسلہ ایک رحمت عام ہے جو ہر زمانہ میں اس مخلوق پر فیض رساں رہا اور ہر قوم اور ہر نسل کے انسان کو اس نے اپنے نور ہدایت سے نوازا اور کوئی خطۂ زمین یا قوم نہیں جہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر نہ آئے ہوں۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

"اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ" (الرعد آیت ۸)

اس کے برعکس ہم تعجب سے یہ دیکھتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کی الہامی کتابیں کسی دوسری قوم یا سرزمین میں ظاہر ہونے والے مذہب کی صداقت کا اعلان نہیں بلکہ اسکے برعکس اس قدر زور لیکن محدود دائرہ میں ظاہر ہونے والے مذہب کی سچائی پر دیا جاتا ہے اور ایسی بے اعتنائی دیگر قوموں اور انسانوں سے برتی جاتی ہے کہ گویا خدا بس ایک ہی قوم اور ایک ہی نسل اور ایک ہی مذہب کا وارث پالنے والوں کا خدا تھا اور دیگر کرۂ عالم میں بسنے والے انسانوں سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا مثلاً بائیبل صرف بنی اسرائیل کے خدا کو پیش کرتی ہے اس میں بار بار ایسا ذکر ملتا ہے کہ: "خداوند اسرائیل کا خدا ابدالآباد تک مبارک ہو" (تواریخ ۱۴/۳۶ نیز دیکھیں سموئیل ۲۵/۳۲، سلاطین ۸/۱۵، تواریخ ۴/۶، زبور ۱۸/۴۲)

لیکن اشارتاً بھی کسی اور قوم یا خطۂ زمین پر پیدا ہونے والے مذہبی مصلحین کی سچائی کی تصدیق نہیں ملتی۔ پس یہود کا یہ عقیدہ کہ بنی آدم کے سب نبی صرف اسرائیل سے گزرے اور انہی کے لیے آئے تھے بائیبل کی تعلیم اور منشاء کے عین مطابق تھا۔

حضرت مسیحؑ نے بھی اپنے آپ کو صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے مبعوث قرار دیا اور کہا:

"میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" (متی ۱۵/۲۱ تا ۲۵)

اور اپنے حواریوں کو یہ تعلیم دی کہ:

"وہ چیز جو پاک ہے کتوں کو مت دو اور اپنے موتی سوروں کے آگے مت پھینکو" (متی ۷/۶)

اسی طرح ہندو مذہب میں بھی وید کو محض اونچی ذاتوں سے مخصوص کیا گیا ہے جیسا کہ لکھا ہے:-

"اگر کوئی شودر وید سُن لے تو راجہ سیسے اور لاکھ سے اس کے کان بھر دے وید منتروں کا اچارن (تلاوت) کرنے پر اسکی زبان کٹوا دے اور اگر وید کو پڑھ لے تو اس کا جسم ہی کاٹ دے۔"

(گوتم سمرتی ادھیائے ۱۲)

اس منفی تعلیم کو نظر انداز بھی کر دیا جائے اور اسکی خواہ کوئی بھی توجیہ پیش کی جائے یہ حقیقت اپنی جگہ قائم رہتی ہے کہ ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں کسی ایک بھی دوسری قوم یا علاقے کے مذہب کی سچائی کا کوئی اعلان یا اشارہ بھی نظر نہیں آتا۔ یہی حال دیگر کتب مقدسہ کا ہے اور نہ کنفیوشس ازم میں کسی غیر قوم یا ملک میں پیدا ہونے والے مذہبی رہنما کی تصدیق ملتی ہے نہ بدھ ازم میں نہ زرتشتی مذہب میں۔ گویا ہر ایک کو اپنے کام سے کام ہے اور ہر ایک کا خدا بس اسی ایک قوم کا خدا ہے جس کا دیگر مخلوق سے کوئی تعلق نہیں۔

یہاں یہ بنیادی سوال اٹھتا ہے کہ اگر یہ سب مذاہب سچے تھے تو خدا کے تصور کو اس حد تک محدود کر کے پیش کرنے میں کیا حکمت تھی۔ کیونکہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہ ہوگا کہ ان کی کتب مقدسہ محدود ذہن کی پیداوار ہیں۔

اور دیگر بنی نوع انسان سے اُن کی بے تعلقی لاعلمی پر دلالت کرتی ہے۔
پس وہ کیا ایک خدا ہے جو صرف ایک ہی قوم کو ہدایت کے لیے چن لے اور اپنے دیگر تمام بندوں سے بے رُخی اور بے اعتنائی کا سلوک کرے؟

جب ہم اس پہلو سے قرآنِ کریم پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ اس الجھن کا یہ حل پیش فرماتا ہے کہ نزولِ قرآن سے قبل اور بعثت محمد مصطفےٰ صلعم سے پہلے اگرچہ ہر قوم کی طرف اور ہر خطۂ زمین کی طرف خدا تعالیٰ کے رسول آئے لیکن ان سب کی حیثیت قومی اور مقامی تھی اور انسانی تمدن ابھی اس حد تک ارتقاء پذیر نہیں ہوا تھا کہ کوئی عالمی نبی عالمی پیغام لے کر ان کی طرف بھیجا جاتا۔ پس قرآن قومی اور مقامی انبیاء کے وجود کا تو ذکر کرتا ہے لیکن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی ایسے نبی کا ذکر نہیں کرتا جو عالمی پیغام لایا ہو۔

عالمگیر مذہب کی حیثیت سے اسلام کی ایک اور امتیازی شان

اس نکتہ کو سمجھ کر جہاں ایک ذہنی الجھن سے نجات ملتی ہے وہاں اسلام کی ایک اور امتیازی حیثیت کا علم بھی حاصل ہو جاتا ہے یعنی یہ ایک ہی مذہب ہے جو کل عالم کے انسانوں کو مخاطب کرتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ انسان اپنے ارتقاء کی اس منزل تک پہنچ جاتا ہے جہاں اسے قومی اور علاقائی مذاہب کی حدود سے نکال کر اسلام کی صورت میں ایک عالمی مذہب عطا کیا جاتا ہے۔

اسلام کی کتاب کا پہلا ورق ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی تمام جہانوں کی ربوبیت کرنے والے خدا کی حمد پر مشتمل ہے اور اس کے آخری صفحہ پر رَبِّ النَّاسِ یعنی تمام انسانیت کے رب سے دعائیں کرنے کی تلقین کی گئی ہے گویا اس کتاب کا اول و آخر تمام جہانوں کے خدا کا تصور پیش کرتا ہے نہ کہ محض عربوں یا مسلمانوں کے خدا کا۔ پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے کوئی شخص نہ تھا جس نے ساری دنیا کو دعوت دی ہو اور قرآن سے پہلے کوئی کتاب نہ تھی جس نے ساری دنیا کو مخاطب کیا ہو اور دنیا میں پہلی مرتبہ یہ اعلان رسول اسلامؐ کے حق میں کیا گیا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۝
(سبا: ۲۹)

اور فرمایا "قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا"
(الاعراف: ۱۵۹)

اور قرآن کو اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ (تکویر: ۲۸) کہہ کر تمام عالمین کے لیے ایسی نصیحت قرار دیا جس سے انسانیت کا شرف وابستہ ہے۔

دوسرے مذاہب میں عالمگیریت کا دعویٰ ان کی الہامی کتب سے نہیں ملتا اور اگر بعد میں سینٹ پال وغیرہ نے عیسائیت کی تبلیغ کو عام کر بھی دیا تو یہ اس مذہب کا حصہ نہیں کہلا سکتی کیونکہ یہ مسیحؑ کی ہدایت کے خلاف ہے۔ پھر طرہ یہ کہ اس نام نہاد دعویٰ عالمگیریت کا کوئی ثبوت بھی اس مذہب کے پاس نہیں ہے۔

اس کے مقابل پر اسلام عالمگیر ہونے کا دعویٰ کر کے اس کا ثبوت بھی پیش کرتا ہے اور ثبوت بھی ایسا ناقابلِ تردید جو ایک طرف دوسرے مذاہب کے عالمگیر ہونے کے دعویداروں کو جھوٹا ثابت کر رہا ہے تو دوسری طرف اسلام کی زبردست امتیازی شان ظاہر کرتا ہے۔

وہ یہ کہ تورات اور انجیل میں کہیں نہیں آیا کہ غیر قوموں میں بھی نبی آئے ہیں اور بنی اسرائیل کے سوا دوسرے لوگوں کو بھی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف حاصل ہوا ہے۔ الغرض خالقِ عالم کے اپنی باقی مخلوق کے ساتھ رشتہ اور تعلق کا کوئی ذکر کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتا۔ پس وہ مذہب کیسے عالمگیر ہو سکتا ہے جو کسی اور خطہ کے انسانوں سے خدا تعالیٰ کی ہم کلامی تسلیم ہی نہیں کرتا اور مذہب کی عالمگیر حیثیت سے ہی انکاری ہے۔

ایک اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہر زمانہ میں ہر قوم سے خدا کا تعلق رہا ہے فرماتا ہے:۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ" (فاطر: ۲۵)
وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ" (الرعد: ۸)

کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس میں نبی نہ آئے ہوں بلکہ ہر قوم اور زمانہ میں کوئی نہ کوئی ہادی ضرور آیا ہے۔

اس عظیم الشان اعلان سے عالمی کیریکٹر ظاہر ہو گیا۔ پس اسلام ہی ہے جو انسان اور مذہب کی عالمی حیثیت کو تسلیم کرتا ہے اور یہ امر جہاں اسلام کے عالمگیر ہونے کا ثبوت ہے وہاں اسلام کی عظیم برتری کی دوسرے مذاہب کے مقابل پر ظاہر کرتا ہے۔

اسلام کی عالمگیر حیثیت کی ایک اور بیّن دلیل

پھر اس مضمون کا دوسرا رُخ اسلام کی ایک اور امتیازی خوبی ظاہر کر کے اس کا عالمگیر ہونا ثابت کرتا ہے۔ فی الحقیقت عالمگیر مذہب کا دعویٰ کرنے کے لیے صرف یہ کافی نہیں کہ دوسرے مذاہب میں کسی ہادی یا رہنما کا آنا مان لیا جائے بلکہ جب تک دوسرے مذاہب کے بانیوں کو تسلیم نہ کیا جائے عالمگیر ہونے کا دعویٰ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ خوبی بھی کسی دوسرے مذہب میں نظر نہیں آتی۔ اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ دوسرے تمام مذاہب کے بانیوں اور پیشواؤں کو (جو اپنے وقت میں سچے تھے) مانتا اور قبول کرتا ہے۔

قرآن شریف کو بار بار دوسری کتابوں کا "مصدق" کہا گیا ہے اور مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جس طرح اپنے نبی کا ماننا ان پر فرض ہے دوسری قوموں کے نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانا بھی فرض ہے اور ایمان کے لحاظ سے کسی رسول میں کوئی تفریق جائز نہیں کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں۔ فرماتا ہے:۔

"اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ" (البقرۃ: ۲۸۶) نیز دیکھیں البقرۃ: ۵)

اس لئے ہر مسلمان انبیاء کی معروف تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار (یا کم و بیش) پر صدقِ دل سے ایمان لاتا ہے۔

پس بلا تمیز رنگ و نسل اور بلا لحاظ زمانہ و قوم تمام مذاہب کے رسولوں کو سچا تسلیم کرنے اور ان کی تکریم کا اصول ہی قوموں میں صلح کی صحیح بنیاد اور مذاہب میں اتحاد کی منفرد راہ ہے۔ اور یہ جہاں عالمگیریت کے دعویٰ کا ایک بڑا تقاضا ہے وہاں اسلام کی عالمگیریت کی بیّن دلیل ہے۔

یہاں اس سوال کا جواب خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ عالمگیریت میں اپنی ذات میں کیا خوبی ہے اور اسلام اس پر کیوں زور دیتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب سے اسلام وحدتِ اقوام کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اتحادِ اقوام کی طرف دنیا کا سفر تیز سے تیز تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں مختلف

ممالک کی نیڈرلینڈز، لیگ آف نیشنز، یو این او کا قیام اور مذہبی دنیا میں ورلڈ کانفرنس آف ریلیجنز اس کی چند مثالیں ہیں۔ جو انسان کے وحدتِ اقوام کے اس طویل سفر میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

پس وہ چیز جس کی ضرورت آج کا ترقی یافتہ انسان محسوس کرتا ہے قرآن شریف نے آج سے چودہ سو سال قبل بطور تخم کے اپنی تعلیم میں شامل کر دی تھی اور آج تو ذرائع رسل و رسائل اور نظام مواصلات کے ذریعہ وحدتِ اقوام کی طرف قوموں کا سفر زیادہ برق رفتاری سے جاری ہے۔ لیکن اس جگہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں اور وقت اس حقیقت کو ثابت کریگا کہ اس سفر کی آخری منزل اسلام ہے جو ابتدا سے ہی عالمگیر ہونے کا مدعی ہے

مذاہب میں اختلاف اور تضاد کی حقیقت

اب ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر سب مذاہب کے بانی خدا کی طرف سے تھے تو پھر مختلف مذاہب کی تعلیم میں اختلاف کی وجہ کیا ہے؟ کیا ایک خدا مختلف تعلیمیں دے سکتا ہے"؟

اس سوال کا جواب سوائے اسلام کے اور کوئی دوسرا مذہب پیش نہیں کرتا اور یہ امتیاز بھی اسلام کی شریعت کو حاصل ہے۔ اسلام اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ بنیادی طور پر اختلافِ مذاہب کی دو وجوہ ہیں۔

اول یہ کہ مختلف حالات میں مختلف تعلیم کی ضرورت تھی۔ اس لیے اس علیم و خبیر ہستی نے اس انسانی ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے مختلف زمانوں اور قوموں اور ملکوں کی ضروریات کے مطابق ان کو تعلیم دی۔

مذاہب میں اختلاف کی دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ مرور زمانہ سے سابقہ مذاہب کی تعلیم محفوظ نہ رہی۔ لوگ حالات اور ضروریات کے مطابق ان میں خود تبدیلی کرتے رہے اور وہ الہامی کتب اس شکل میں نہ رہیں جس میں وہ نازل ہوئی تھیں تب نئی تعلیم کی ضرورت پیش آئی۔

ایک اور محرک سابقہ تعلیموں کے محفوظ نہ رہنے کا یہ بھی ہوا کہ جوں جوں زمانہ نبوت سے دوری ہوتی گئی شریعت کی سختی کے ردِ عمل کے طور پر مذاہب کے آزادی کے تصور اور خواہشات نفسانی کی غلامی نے مذہبی تعلیمات پر تحریف کے ایسے نشتر چلائے جو بعد میں آنے والے سچے مذاہب کے لیے اختلاف کا ناسور بن گئے۔ گردشِ زمانہ سے پھر ایک حصہ ان تعلیمات کا نسیان کی نذر بھی ہو گیا اور اس طرح وہ کتب محفوظ نہ رہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ" (المائدہ: ۱۴)

چنانچہ بائیبل کے جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشنز کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کئی آیات جو پہلے ایڈیشنز میں متن میں تھیں ان کو اب حاشیے میں اور جو پہلے حاشیہ میں تھیں ان کو اب متن میں شامل کر دیا گیا ہے[1] لیکن یہ تو ایک بالکل معمولی اور ادنیٰ مثال ہے۔ بائیبل میں یا دیگر کتب مقدسہ میں تحریف کا مضمون ایک بہت ہی وسیع مضمون ہے جس پر تحقیق کرنے والے صدیوں سے کام کرتے چلے آ رہے ہیں اور ایک بات بہرحال قطعی طور پر ثابت ہے کہ بعض ایسی بنیادی تبدیلیوں اور تضادات کا پتہ چلتا ہے جن سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔ اسے ہم "مبادا بنیادی تبدیلی" کا نام نہ بھی دیں تو کم از کم اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ انسان ان کتب میں تبدیلیاں کرنے پر مجبور رہا ہے۔

اسلام یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ تمام مذاہب اپنی موجودہ شکل میں تمام تر سچے ہیں۔ بلکہ آغاز سے کر انجام تک مسلسل تبدیلی اور انحطاط اور تغیر نو یا انہدام کے عمل پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالتا ہے۔ پس اسلام صرف اس حد تک دیگر مذاہب کی سچائی کا مصداق ہے کہ وہ آغاز میں سچے تھے لیکن رفتہ رفتہ تحریف و تبدل کے عمل نے ان کے چہرے بدل دیئے۔ یہ تحریف و تبدل کا عمل کتب مقدسہ کے متن میں بھی ہوتا رہا اور نظریات و عقائد میں بھی اور اس کا رُخ ہمیشہ وحدت سے کثرت اور توحید سے شرک کی طرف رہا۔

اگر ہم قرآن کے پیش کردہ اس اصول کی روشنی میں مذاہب میں اختلاف کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ جتنا کسی مذہب کے منبع کے قریب جائیں گے اختلافات کم ہوتے چلے جائیں گے۔ مثلاً عیسائیت اور اسلام کے مابین تقابلی جائزہ کو مسیح کی زندگی اور اناجیل اربعہ کے مطالعہ تک محدود رکھیں تو انجیل اور قرآن کے مابین اصولی تعلیم کے لحاظ سے کم اختلاف نظر آئیں گے لیکن زمانے میں جتنا آگے بڑھیں گے ان اختلافات کی خلیج انسانی ہاتھوں کی کرشمہ سازی سے وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کا پاٹنا کسی انسان کے بس کا روگ نہیں رہے گا۔

دیگر مذاہب کے تاریخی مطالعہ سے بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم کے پیش کردہ نظریہ کی تائید میں بھی قوی قرائن ملتے ہیں کہ تبدیلی کا رخ ہمیشہ توحید سے شرک اور حقیقت سے افسانہ کی طرف رہا ہے

قرآن شریف اس اصول کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (النحل: ۳۷)

کہ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے جنہوں نے ایک خدا کی عبادت کرنے اور شیطانی امور سے بچنے کی تعلیم دی۔

پھر فرماتا ہے:۔

تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ (النحل ۶۴، ۶۵)

ہمیں اپنی ذات کی قسم کہ ہم نے تمام امتوں کی طرف اپنے پیغامبر بھیجے، انہوں نے ان کو ہمارے احکام سے آگاہ کیا۔ پھر شیطان نے ان کے (بد) اعمال خوبصورت کر کے دکھائے۔ سو آج وہی ان کا آقا بنا ہوا ہے اور وہ اس کے پیچھے جا رہے ہیں۔ ان کے لیے دردناک عذاب مقدر ہے۔ اور ہم نے تجھ پر اس کتاب کو اس لیے اتارا ہے کہ جس بات سے متعلق انہوں نے باہم اختلاف کر لیا ہے اس کی اصل حقیقت کو وہ کتاب ان پر روشن کرے اور نیز جو اس پر ایمان لائیں ان کے لیے یہ کتاب ہدایت اور رحمت کا موجب ہو

آغازِ مذاہب سے متعلق قرآن کریم کے اس نظریہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہر مذہب اپنے آغاز میں سچا ہوتا ہے بلکہ قرآن کریم ہر سچے مذہب کے بگڑ جانے کے باوجود اس کی سچائی کی یہ قطعی پہچان ہمیں بتاتا ہے کہ جو مذہب بھی سچا اور خدا کی طرف سے ہے اس کی صداقت کو پہچاننے کا قطعی اور یقینی ذریعہ یہ ہے کہ اس کے ماخذ کی پڑتال کرو اگر اس کے ماخذ میں توحید کی تعلیم نظر آئے اور خالصۃً للہ عبادت اور بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی کی ہدایت ملے تو ایسے مذاہب میں پیدا ہونے والی بعد کی تبدیلیوں کے باوجود تمہیں اس حد تک اس کی صداقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ ان کے بانی سچے اور پاکباز لوگ تھے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے برحق رسول تھے اور بلاتفریق ان کی صداقت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

اسلام کا ایک اور امتیاز اسکی تعلیم کا دائمی ہونا ہے

اسلام کو دوسرے مذاہب پر ایک اور یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ صرف عالمی ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ ابدی اور دائمی ہونے کا دعوےٰ بھی کرتا ہے اور اس دعوے کے پیدا ہونے والے تقاضے بھی پورے کرتا ہے۔ مثلاً کسی پیغام کے دائمی ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ہر پہلو سے کامل بھی ہو اور محفوظ بھی ہو۔ یعنی اسکی کتابت مقدسہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ضمانت بھی دی گئی ہو کہ وہ ہمیشہ انسانی دستبرد سے محفوظ رکھی جائے گی۔

---

[1] انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۹ تا ۲۰ مطبوعہ ۱۹۲۸ء، مطبوعہ ۱۹۷۷ء اور ۱۸۸۸ء لدھیانہ۔ انجیل متی باب ۱۷ آیت ۲۱ مطبوعہ ۱۸۸۸ء لدھیانہ

چنانچہ قرآن کریم کی پیش کردہ تعلیم کے بارہ میں خود قرآن ہی میں یہ دعوے بھی موجود ہے کہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ آیت ۴)

یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین ہر رنگ میں کامل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر کے اس بات پر راضی ہو گیا ہوں کہ اب اسلام ہی تمہارا دین رہے۔

جیسا کہ پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کسی تعلیم کے دائمی ہونے کے لیے صرف یہی کافی نہیں کہ وہ کامل ہو بلکہ اسکی دائمی حفاظت کی ضمانت بھی ضروری ہے۔ چنانچہ قرآن کریم اس اہم عقلی تقاضے کو بھی پورا کرتا ہے اور قرآن کو نازل کرنے والا خدا غیر مبہم الفاظ میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

(الحجر آیت ۱۰)

کہ ہم نے ہی اس کتاب کو اتارا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ رہیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ خود اسکی حفاظت کریگا اور اسے بگڑنے نہ دیگا۔ چنانچہ قرآن کریم کی لفظی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ لاکھوں حفاظ ہر زمانہ میں موجود رہے اور آج بھی موجود ہیں اور معنوی حفاظت کا یہ انتظام کیا کہ ہر صدی پر مجددین کا سلسلہ جاری فرمایا اور آخری زمانہ میں پیدا ہونے والے ایک عظیم الشان مجدد اور مصلح کے آنے کی خوشخبری دی جسے خود اللہ تعالیٰ امام بنائیگا اور وہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کے تابع اسلام کے بارہ میں پیدا ہونے والے اختلافات کا فیصلہ کر کے تعلیم قرآن کی معنوی حفاظت کریگا۔

ایک اور امتیاز۔ کتاب کے محفوظ ہونے کا دعوے

قرآن کریم کے بارہ میں کتاب محفوظ ہونے کا دعوے بھی اسلام کی ایک امتیازی شان ہے اسلام کے سوا کہیں کوئی ایسا مذہب نظر نہیں آتا جس کی مذہبی کتب نے اپنی حفاظت کا دعویٰ کیا ہو یا عملاً وہ اسی طرح محفوظ ہوں جس طرح وہ نازل ہوئی تھیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے اس دعوے کے حق میں کوئی قطعی تائیدی شہادت بھی ملتی ہے یا یہ محض ایک دعوے ہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بکثرت ایسے غیر مسلم محققین موجود ہیں جن کی انتہائی کوشش اور جستجو کے باوجود وہ یہ دکھانے سے عاجز آ گئے کہ قرآن کریم میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد کسی قسم کی کوئی تبدیلی کی گئی ہو اور بہت سے غیر مسلم محققین کھلے لفظوں میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ ایک غیر مبدل اور محفوظ کتاب ہے چنانچہ سر ولیم میور اپنی کتاب "لائف آف محمد" میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ "ہم نہایت مضبوط قیاسات پر کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک آیت جو قرآن میں ہے وہ اصلی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غیر محرف تصنیف ہے۔"

(لائف آف محمد صـ ۵۶۲)

پھر مزید لکھتے ہیں کہ:۔

ترجمہ "اس کے علاوہ ہمارے پاس ہر ایک قسم کی ضمانت موجود ہے۔ اندرونی شہادت کی بھی اور بیرونی کی بھی کہ یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے یہ وہی ہے جو خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی اور اسے استعمال کیا کرتے تھے۔"

(لائف آف محمد صـ ۵۶۱)

ایک اور غیر مسلم محقق نولڈکے کا قول ہے:۔

ترجمہ:۔ "ممکن ہے کہ تحریر کی کوئی معمولی غلطیاں (طرز تحریر کی) ہوں تو ہوں لیکن جو قرآن عثمان رض نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اس کا مضمون وہی ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیش کیا تھا گو اسکی ترتیب عجیب ہے"

(انسائیکلو پیڈیا برٹینکا زیر لفظ قرآن)

اسلام کا منفرد دعوے ہر زمانہ کیلئے کامل ہدایت

جہاں تک اسلام کے اس منفرد اور امتیازی دعوے کا تعلق ہے کہ قرآنی تعلیم کامل ہے اور اس لائق ہے کہ ہر زمانہ کے انسان کے لیے ہدایت بن سکے۔ اسلام کا یہ دعویٰ بھی بلا دلیل نہیں اور اسکی تعلیم قطعی اندرونی شہادتیں اس امر کی رکھتی ہے کہ یہ کامل بھی ہے اور زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضے پورے کرنے کی اہلیت بھی رکھتی ہے یہ تو ممکن نہیں کہ اس مختصر وقت میں اسلامی تعلیم کے تمام پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جا سکے البتہ بعض اصولی پہلوؤں کی نشان دہی اور چند وضاحتی مثالوں پر ہی اکتفا کروں گا۔

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام اس کوشش میں کس طرح کامیاب ہوتا ہے کہ گزرتے ہوئے زمانہ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے باوجود اسکی تعلیم میں کسی تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اس پہلو سے اسلام کی حکمت عملی کا مطالعہ ایک نہایت دلچسپ مضمون ہے جس کے چند پہلو بطور نمونہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

۱۔ اصولی تعلیم کا بیان اور ایسی تفصیلات سے گریز جو وقت اور حالات کے بدلنے کے ساتھ تبدیلی کی محتاج ہوں

۲۔ انسان کے ذہنی، تمدنی اور سیاسی ارتقاء پر نظر ڈالتے ہوئے ایسی تعلیم دینا جو ہر امکانی صورت حال کو پیش نظر رکھے اور اس ٹھوس مشاہدہ پر مبنی ہو کہ کبھی کسی زمانہ میں بھی مختلف قومیں ترقی کے لحاظ سے ایک مقام پر کھڑی نہیں ہوتیں بلکہ ہر زمانہ میں متعدد ایسی قومیں ملتی ہیں جو اپنی نشوونما اور ترقی کے اعتبار سے بعض دوسرے زمانوں سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً آج بھی یہ ممکن ہے کہ اس دنیا میں پتھر کے زمانے کے انسان بھی موجود ہوں یا ہزاروں برس پہلے کے زمانہ سے تعلق رکھنے والے گروہ یا قومیں موجود ہوں جو شعور اور تمدن اور سیاست اور ارتقاء کے اعتبار سے بظاہر اس زمانہ میں ہوتے ہوئے بھی دراصل گزشتہ زمانوں کے لوگ ہوں۔ مثلاً آسٹریلیا کے قدیم باشندے یا کانگو کے پگمیز ہیں جن پر اس زمانے کے جدید سیاسی نظریات کو ٹھونسنا محض حماقت ہوگی۔

۳۔ ایسی تعلیم جو انسانی فطرت کے سب امکانی تقاضوں کو ملحوظ رکھے اور اس وقت تک غیر مبدل رہے جب تک انسانی فطرت میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

اسلام کے اسلوب تعلیم کی یہ چند شکلیں بطور مثال پیش کی گئی ہیں۔ اب میں ان پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالتا ہوں تاکہ میرا مافی الضمیر بغیر کسی ابہام کے سمجھ میں آ سکے۔

اسلام کے مالی نظام کا بنیادی اصول یعنی زکوٰۃ

اسلام سود کی ہر حالت میں مذمت کرتا ہے اور دنیا بھر سے سودی نظام کی مکمل بیخ کنی کی شدت سے تلقین کرتا ہے۔ اور اقتصادی پہیے کو چلانے کے لیے سود کی بجائے زکوٰۃ کو قوت محرکہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔ وقت اور موقع کی مناسبت سے اس تفصیلی بحث کی تو یہاں گنجائش نہیں کہ سودی نظام کے مقابل پر زکوٰۃ کے نظام کو کیا کیا فوقیت حاصل ہے لیکن صرف اس پہلو سے میں یہاں کچھ گفتگو کروں گا کہ اس تعلیم کو زمانہ کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کے لیے قرآن کریم کیا طریق اختیار کرتا ہے۔

زکوٰۃ سرمایہ پر ایک ٹیکس کا نظام ہے جو امراء سے وصول کیا جاتا ہے اور ریاست کی ضروریات کو اس ٹیکس سے پورا کرنے کے علاوہ اس کا بڑا مقصد یہ ہے کہ غرباء کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ غرضیکہ یہ ایک ایسا نظام ہے جو حکومت کی ضرورتوں کے علاوہ سوشل ویلفیئر کے تقاضے پورے کرنے کا ضامن ہے۔ اگر قرآن کریم انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا کلام ہوتا تو ضرور اس زمانہ کے عرب کے حالات مدنظر رکھ کر اس ٹیکس کی کوئی شرح معین کر دیتا۔ لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بیسیوں مرتبہ زکوٰۃ دینے کے موکد احکامات کے باوجود ایک جگہ بھی قرآن کریم میں زکوٰۃ کی شرح معین نہیں کی گئی لیکن اس کے باوجود ایسی اصولی رہنمائی کر دی گئی ہے جس کے پیش نظر ہر ملک اور زمانے کے حالات کے مطابق دینی امور میں تفقہ کرنے والے معین فیصلہ کر سکیں چنانچہ فرمایا:۔

"وَفِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ" (الذاریات آیت ۲۰)

کہ جن لوگوں کے پاس بنیادی ضرورت سے زائد ہے اُن کے مال میں اُن لوگوں کا حق ہے۔ جو بصورت سائل یا محروم سوسائٹی میں اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ان کی بنیادی ضرورتیں پوری نہیں ہو رہیں۔ اب اس اصول کی روشنی میں ہر ملک، قوم اور معاشرہ میں انسان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا اس کا کم از کم حق تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اس بنیادی حق کی ادائیگی کا ذمہ دار ان لوگوں کو ٹھہرایا ہے جن کے پاس بنیادی ضرورت سے زیادہ ہے اور اس کا انتظام حکومت کے ذمہ ہے کہ وہ ادائیگی حقوق کا عادلانہ نظام اس اصول کی روشنی میں قائم کرے۔

نظامِ حکومت کے متعلق پُرحکمت تعلیم

آج کے زمانہ کا دوسرا بین الاقوامی مسئلہ "نظام حکومت" کی تعیین ہے کہ کونسا نظام رائج ہو؟ اس سلسلہ میں بھی اسلام کے رہنما اصولوں کو لیں تو وہ ایسے لچکدار لیکن ٹھوس اور پختہ اصول ہیں کہ اپنی سچائی اور عظمت کی آپ دلیل ہیں۔

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ مختلف نظام حکومت اپنے مخصوص حالات اور تقاضوں کے پیش نظر موزوں یا غیر موزوں قرار دیئے جاتے ہیں۔ اور ہر زمانہ میں ہر قوم اور ہر خطہ کے بسنے والوں کے لیے ایک ہی سیاسی نظام مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اسلام کوئی ایک نظام حکومت معین نہیں کرتا۔ وہ نہ ڈیماکریسی یا سوشلزم کو بطور نظام حکومت کے پیش کرتا ہے اور نہ بادشاہت، ڈکٹیٹرشپ یا فاشسٹ حکومت کی طرف رہنمائی کرتا ہے بلکہ وہ حکومت بنانے سے بڑھکر حکومت چلانے کے رہنما اصول بیان کرتے ہوئے یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ حکومت خواہ کسی ڈھب کی ہو حکومت کی ذمہ داریاں لازماً انصاف، عدل اور انسانی ہمدردی اور بنیادی انسانی حقوق کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ادا کی جائیں گی۔

اب ظاہر ہے یہ تعلیم عین انسانی فطرت اور مزاج کے مطابق ہے۔ چنانچہ بہت سے پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک آج بھی بطور مثال پیش کیے جا سکتے ہیں جو اپنے جداگانہ مزاج کے باعث برٹش ڈیماکریسی کو رائج نہیں کر سکتے یہی نہیں بلکہ خود مغربی ممالک میں ایسے ممالک کا فقدان نہیں جہاں ڈیموکریسی کا تجربہ ناکام رہا ہے یا اگر ڈیماکریسی ہے تو محض نام کی ہے اور عملاً ڈیماکریسی کے نام پر ایک منظم اور طاقتور اقلیت حکومت پر قابض ہے پس اسلام ڈیماکریسی کی تعریف کے پہلے جزو By the people کے کھوکھلے نعرے پر اس قدر زور نہیں دیتا جتنا اس امر پر زور دیتا ہے کہ حکومت جس طرز کی بھی ہو لازماً اسے For the people ہونا چاہیئے چنانچہ جہاں جمہوریت کا ذکر آتا ہے وہاں بھی زور اس امر پر ہے کہ ترضی جمہوریت نہ ہو بلکہ عوام میں اس بات کی صلاحیت ہو اور وہ اس صلاحیت کو پوری دیانتداری سے بروئے کار لائیں کہ حکومت کا انتخاب کرتے وقت صرف اہل لوگوں کو منتخب کریں چنانچہ انتخابی عمل کو اس شرط کے ساتھ مشروط کرتے ہوئے فرماتا ہے۔[۱۷]

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ

(النساء آیت: ۵۹)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جب تم اپنے حاکموں کا انتخاب کرو تو ووٹ صرف اہلیت کو مدنظر رکھ کر دو۔ اور جو بھی حکومت اسکے نتیجہ میں قائم ہو اسکو پابند کرتا ہے کہ بلا تمیز رنگ و نسل، مذہب و ملت وہ حکومت کے کاموں کو انصاف کے ساتھ چلائے۔ اگر اس تعلیم کو نظرانداز کر دیا جائے تو بسا اوقات آپ کو یہ صورت حال بھی دکھائی دے کہ جمہوریت کے نام پر قائم ہونے والی بہت سی حکومتیں بادشاہتوں اور آمریتوں سے بھی بڑھ کر حقوق انسانی کو پامال کرنے والی ہوتی ہیں۔

پس کوئی بھی نظام ہو اور جو بھی حاکم ہو خواہ بادشاہ ہو یا ڈکٹیٹر یا جمہوری حکومت کی صورت میں بعض افراد کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہو اگر وہ کوئی آئین دنیا میں نافذ کرتے ہیں جو قرآنی ہدایات سے مطابقت رکھتا ہے اور اس میں احساس ذمہ داری پایا جاتا ہے اور انسان کے بنیادی حقوق ادا کرنے کی ضمانت دیتا ہے تو لازماً اس کے نتیجہ میں ایک حقانی اور نافع الناس حکومت قائم ہوگی۔

نظامِ حکومت کے بنیادی اصول

اب میں خلاصۃً وہ اصول بیان کرتا ہوں جو قرآن شریف سے کسی بھی نظام حکومت کے لیے بطور بنیادی اصولوں کے مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ ہر نظام حکومت کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت کرے۔[۱]
۲۔ ہر حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ افراد اور اقوام کے درمیان عدل کرے۔[۲]
۳۔ قومی معاملات مشاورت سے طے ہوں۔[۳]
۴۔ حکومت ہر ایک شخص کے لیے کم از کم ضرورت یعنی خوراک لباس اور مکان مہیا کرنے کی ذمہ دار ہو۔[۴]
۵۔ حکومت لوگوں کے لیے ہر قسم کا امن مہیا کرے اور ہر شخص کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کا انتظام کرے۔[۵]
۶۔ اقتصادی حالات درست کرے۔[۶]
۷۔ عوام کی صحت کا خیال رکھے۔[۷]
۸۔ ملک میں مذہبی آزادی قائم کی جائے۔[۸]
۹۔ مفتوح قوم کے ساتھ عدل کا سلوک کیا جائے۔[۹]
۱۰۔ جنگی قیدیوں کو خاص طور پر مراعات دی جائیں۔[۱۰]
۱۱۔ معاہدات کی پابندی کی جائے۔[۱۱]
۱۲۔ معاہد قوم کو کمزور یا مجبور پا کر معاہدات ختم نہ کیے جائیں۔[۱۲]
۱۳۔ مسلمان رعایا کا فرض ہے کہ جو نظام حکومت بھی قائم ہو جب تک وہ اسلامی تعلیم کی واضح مخالفت نہ کرے یا اس میں روک نہ ڈالے۔ اس کی اطاعت کرے۔[۱۳]
۱۴۔ اگر افراد سے کبھی اختلاف ہو جائے تو ان اختلافات کو اصول کے مطابق طے کیا جائے جو اللہ اور رسول نے مقرر کیے ہیں۔ اور ذاتی خواہشات کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔[۱۴]
۱۵۔ خیر و بھلائی اور فلاح و بہبود کے کاموں میں عوام کو حکومت سے تعاون کا حکم ہے اور عدم تعاون کی تحریکوں کی ممانعت ہے۔ اسی طرح حکومت پابند ہے کہ وہ فلاح و بہبود کے کاموں میں خواہ وہ انفرادی شکل میں ہوں یا گروہوں کی شکل میں روک نہ ڈالے بلکہ حتی الامکان تعاون کرے۔[۱۵]

[۱،۲] إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ (النساء: ۵۹)

[۳] وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ

[۴] إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ۔ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ

[۵،۶] وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرة: ۲۰۶)

[۸] لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (البقرة: ۲۵۷)

[۹] وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا ...... الخ (المائدہ: ۹)

[۱۰] مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ (انفال: ۶۸) فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً (محمد: ۵)

[۱۱،۱۲] وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ (الانفال: ۵۹)

[۱۳] أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء: ۶۰)

[۱۴] وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ: ۳)

[۱۵] وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ (طٰہٰ: ۱۳۲)

۱۰- ایک طاقتور اور مضبوط حکومت کو یہ ہدایت ہے کہ وہ دوسرے ممالک پر طمع کی نظر نہ رکھے اور صرف دفاعی جنگ کرنے کی اجازت ہے۔

اب اسلام کی یہ تعلیم کیسی جامع اور ہر پہلو سے مکمل تعلیم ہے۔ اگر اسلام کسی ایسے نظام کے رائج کرنے کا حکم دیتا تو یہ اعتراض پڑ سکتا تھا کہ جہاں یہ نظام ممکن ہی نہیں وہاں کیسے رائج کیا جائے۔ کیونکہ مختلف قوموں اور ملکوں میں معاشی معاشرتی ارتقاء کی رفتار کے مطابق آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بھی مختلف قومیں اور تہذیبیں آباد ہیں۔ اور آج کا انسان بظاہر ایک زمانہ میں رہتے ہوئے عملاً مختلف زمانوں میں بس رہا ہے۔ کیا افریقہ کی بعض غیر متمدن قومیں یا آسٹریلیا کے ایبوریجنیز اور انگلستان یا امریکہ کے باشندے علمی وذہنی اور معاشی ومعاشرتی لحاظ سے برابر ہو سکتے ہیں؟ اور کیا ایک ہی نظام حکومت ان کو مطمئن کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ خلاف عقل اور خلاف فطرت بات ہوگی اور اسلامی قانون تو عین فطرت کے مطابق ہے اور انسانی فطرت کی ہر شاخ کی پرورش کرتا ہے۔ اس لیے اسلام نے ہر چیز کے بارہ میں ایسی کامل تعلیم دی ہے جو زمان و مکان کی بندشوں سے بالا ہے۔ جیسا کہ نظام حکومت کے بارے میں اسلامی تعلیم سے ظاہر ہے۔

اٹل اور غیر مبدّل تعلیمات

اسلامی مذہب کے کامل اور دائمی ہونے کے سلسلہ میں قرآن شریف سے دوسری قسم کی مثالیں ایسی تعلیمات کی بھی ملتی ہیں جو اٹل ہیں اور حالات اور زمانہ جن کو بدل نہیں سکتے اور جتنا مرضی کوئی زور لگالے وہ تعلیمات غیر مبدل ہی رہیں گی۔ اس سلسلہ میں بھی میں ایسی اہم مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں جن کی آج دنیا کو بہت ضرورت ہے۔

(۱) پہلی مثال اسلام کی تعلیم عدل و انصاف کے بارہ میں ہے لیکن اس کی حقیقت اور اس کی عظمت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہوگا کہ کسی قدر دوسرے مذاہب کی تعلیم عدل و انصاف کا ذکر کیا جائے تاکہ تمدنی ترقی کے تاریخی عمل میں اسلام کی انصاف کی تعلیم کا صحیح مقام متعین کیا جا سکے۔

جب ہم بعض دوسرے مذاہب کا جائزہ لیتے ہیں تو اول تو عدل و انصاف پر مشتمل کوئی تفصیلی تعلیم نظر ہی نہیں آتی اور اگر ملتی بھی ہے تو وہ ایسی نہیں جس کا آج کے زمانہ کے انسان پر اطلاق ہو سکے بلکہ اس کے بعض حصے تو آج کے انسان کی فہم، طرز فکر اور احساسات سے شدید طور پر متصادم دکھائی دیتے ہیں اور انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یا تو یہ تعلیم امتداد زمانہ سے بگڑ چکی ہے یا پھر اس زمانہ کے مخصوص حالات کے پیش نظر مجبوراً ایک محدود علاقے اور محدود وقت کے لیے دی گئی ہوگی ورنہ انسانی ضمیر انہیں ایک عمومی تعلیم کے طور پر کبھی قبول نہیں کر سکتا مثلاً یہودیت کہتی ہے کہ یعقوب کی اولاد ہی خدا کو پیاری ہے۔ باقی سب اس کی غلامی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اب اگر اس مذہب کی حکومت ہو تو یقیناً اس تعلیم کے نتیجہ میں ظلم ہی پیدا ہوگا۔

(احبار باب ۲۵ آیت ۴۵/۴۶)

پھر یہودیت صدقہ و خیرات کے بارہ میں کہتی ہے کہ صدقہ خیرات صرف اپنے ہی ہم مذہبوں کے لیے ہیں۔ اب اگر کوئی یہودی بادشاہ ہو تو اس تعلیم کے ماتحت سارے ٹیکس یہود کو ہی ملیں گے۔ غیر یہودی کا کوئی حق نہیں۔

اسی طرح ہندو مذہب میں بھی عدل و انصاف کا جو محدود تصور ملتا ہے کسی قدیم زمانہ میں تو وقتی مصالح کے پیش نظر اس کا اطلاق شاید جائز قرار دیا جا سکے مگر ایک عمومی اور دائمی تعلیم کے طور پر انسان اسے کبھی قبول نہیں کر سکتا۔ مثلاً یہ حکم ہے کہ "اگر برہمن نے ایک شودر سے قرض لیا ہو لیکن وہ ادا نہیں کر سکتا تو شودر کا فرض ہے کہ وہ برہمن سے کوئی روپیہ نہ لے لیکن اگر شودر نے برہمن کا روپیہ دینا ہو اور شودر غریب ہو تو اونچی ذات والوں کی مزدوری کر کے برہمن کے قرض کو ادا کرے گا" (منو ادھیائے ۱۰- شلوک ۳۵)

پھر یہودیت میں بھی دشمنوں کے ساتھ تو انصاف کا کوئی تصور نظر ہی نہیں آتا۔ بلکہ لکھا ہے:۔

"جب کہ خداوند تیرا خدا انہیں تیرے حوالے کرے تو انہیں ماریو۔ نہ تو ان سے کوئی عہد کیجیو اور نہ ان پر رحم کیجیو" (استثناء ۷/۲)

اس کے مقابل پر اسلام کی عدل و انصاف کی تعلیم کے چند نمونے اب ہم پیش کرتے ہیں جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ قرآن کریم یہ ہدایت دیتا ہے کہ:۔

۱- اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔[۱]

۲- تمہاری ہر ایک گواہی خدا کی رضا اور انصاف کے قیام کے لیے ہو خواہ تمہاری گواہی سے خود تمہیں یا تمہارے والدین اور قریبی رشتہ داروں کو نقصان پہنچتا ہو۔[۲]

۳- اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ تم انصاف کو ہر حال میں قائم کرو کہ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔[۳]

۴- اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف ان سے جنگ کرو جنہوں نے تمہارے خلاف جنگ کی ہو اور اس معاملے میں کسی قسم کی زیادتی نہ کرو۔[۴]

گویا جنگ میں بھی جنگجو قوم سے بے انصافی نہیں کرنی۔

۵- دوران جنگ میں بھی اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو جائے تو اس کی پیشکش ٹھکرائی نہ جائے۔[۵]

(ب) اسلام کی غیر مبدل تعلیم کی دوسری مثال عفو و انتقام کے بارہ میں دوں گا جو گردش زمانہ کے باوجود اٹل اور فیصلہ کن تعلیم ہے اور جس سے بہتر تعلیم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس پہلو سے جب ہم اسلام کا دوسرے مذاہب سے موازنہ کرتے ہیں تو بائیبل کا یہ حکم آج کے انسان کے کانوں کو عجیب لگتا ہے کہ:۔

"اور تیری آنکھ مروت نہ کرے کہ جان کا بدلہ جان آنکھ کا بدلہ آنکھ دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہوگا" (استثناء ۱۹/۲۱)

انتقام پر اتنا زور دیکھ کر آج کا انسان تعجب کرتا ہے اور تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن میں اس تعلیم پر کسی تنقید کے نقطۂ نظر سے یہ نمونہ پیش نہیں کر رہا بلکہ یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ قرآنی تعلیم کی روشنی میں اس بظاہر نہایت جابرانہ تعلیم کے جواز میں بھی ایک دلیل میسر آ جاتی ہے۔ یہ بھی اسلامی تعلیم کا ایک امتیازی حسن ہے کہ جن مذاہب سے تعلیم کا ٹکراؤ بھی ہے ان کی بھی مذمت کرنے کی بجائے ان کی تعلیم کو سمجھنے کے لیے نہایت حکیمانہ اصول پیش فرماتا ہے۔

چنانچہ قرآن کی رو سے یہ لازماً انتقام لینے کی تعلیم ایک مخصوص دور کے وقتی تقاضوں کے عین مطابق تھی اور اس زمانہ کے یہودی ایک مدت تک محکومیت و مظلومیت میں رہنے کی وجہ سے نہایت بزدل ہو چکے تھے اور اپنے جائز حقوق کی حفاظت کے اہل نہیں رہے تھے۔ اور ساری قوم احساس کمتری کا شکار ہو چکی تھی۔[۶]

پس ان کے ابھارنے کے لیے اور ان کے حوصلے بڑھانے کے لیے اس آیت پر زور دینے کی اشد ضرورت تھی کہ تم بدلہ ضرور لو اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلہ دانت توڑا جائے۔ اگر بدلہ لینے پر اس قدر شدت اختیار کرنے کی بجائے انہیں معاف کرنے کی تلقین زیادہ شدت سے کی جاتی تو ایک مقہور اور مظلوم قوم جو پہلے ہی بدلہ لینے سے ڈرتی رہی وہ تو فوراً اپنی بزدلی کو معافی کی چادر میں ڈھانپ لے گی اور مردانہ صفات سے اسی طرح عاری رہے گی جس طرح پہلے تھی۔ پس قرآن کے نزدیک یہ سخت متشددانہ تعلیم بھی اس وقت کے سیاق و سباق میں نہایت حکیمانہ بلکہ لابدی تھی اور یقیناً ایک حکیم و علیم خدا کی طرف سے تھی۔ اب اس کے برعکس ہم عہد نامہ جدید کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ عہد نامہ قدیم کے برعکس

---

[۱] ... وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (النساء: ۵۹)

[۲] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللّٰهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (النساء: ۱۳۶)

[۳] وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (المائدہ: ۹)

[۴] وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ... [۵] إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (الانفال: ۶۲)

[۶] وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ (البقرہ آیت ۵۰)

بدلہ کی بجائے عفو پر اتنا غلو کیا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل کو بدلہ لینے کے بنیادی حق سے ہی محروم کیا جا رہا ہے دراصل بات یہ تھی کہ جب ایک زمانہ گزر گیا اور نسلاً بعد نسلٍ بنی اسرائیل نے اس قاعدہ پر عمل کیا تو ان کے اندر ایک قسم کی خونخواری اور سخت دلی پیدا ہو گئی تھی اب اس کے سوا ان کا علاج نہ تھا کہ ایک تاریخی عہد تک ان سے بدلہ کا حق چھین لیا جائے۔ چنانچہ مسیح کے ذریعہ بنی اسرائیل کو یہ تعلیم دی گئی۔

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے داہنے ہاتھ پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے اور اگر کوئی چاہے کہ تجھ پر نالش کر کے تیری قبا لے، کرتے کو بھی اسے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لیجاوے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔ . . . اپنے دشمنوں کو پیار کرو اور جو تم پر لعنت کریں ان کے لیے برکت چاہو جو تم سے کینہ رکھیں ان کا بھلا چاہو اور جو تمہیں دکھ دیں اور ستائیں ان کے لیے دعا مانگو" (متی ۵ آیت ۳۸ تا ۴۵)

پس اسلام عیسائیت پر بھی تنقید نہیں کرتا اور دونوں تعلیموں کی حالات کے ساتھ مطابقت اس طرح کرتا ہے کہ پہلی تعلیم اپنے وقت کی ایک بزدل قوم کے واسطے تھی تو دوسری ایک سفاک قوم کے لیے یہ وہ زمانہ تھا کہ انسان ابھی اپنی تادیب اور تربیت کے ابتدائی مراحل میں سے گزر رہا تھا اور بلوغت کو نہیں پہنچا تھا اسلیے ان کی تعلیم بالغ نظر انسان کے لیے قابل عمل نہیں ہو سکتی اور نہ ایسی تعلیم سے آج دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ بنی نوع انسان کی اصلاح ممکن ہے۔ اسلیے اسلام نے جب ایک بالغ نظر ترقی یافتہ انسان کو مخاطب کیا تو ایسی تعلیم دی جو عارضی اور وقتی تقاضوں سے پاک ہے فرماتا ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الشوریٰ ۴۱)

قرآن شریف ایک طرف موسوی شریعت کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے کہ بدکار کو اسکی بدی کے اندازہ کے مطابق سزا دو تو دوسری طرف مسیحی تعلیم کو بھی قبول کرتا ہے کہ تو بدی کے بدلہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ نیک سلوک کر اور ان دونوں تعلیموں سے زائد بات یہ بیان فرماتا ہے کہ عفو کی اجازت ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ معافی کے نتیجہ میں اصلاح ہو۔ اگر معافی کے نتیجہ میں یہ خطرہ لاحق ہو کہ مجرم اصلاح کی بجائے جرم اور ظلم پر بھی دلیر ہو جائیگا تو اس صورت میں معافی کی اجازت نہیں۔

غرض دونوں سلوکوں میں سے جو سلوک بھی موقعہ اور محل کے مناسب حال ہو اختیار کیا جائے۔ اس تعلیم کی بنیاد فطرت انسانی ہی ہے اور فطرت انسانی کی طرح غیر مبدل ہے اور زمانہ کی دستبرد سے بالا ہے اور آج بھی اسی طرح قابل عمل ہے جیسے ۱۴۰۰ برس پہلے تھی۔ یہ ایک سادہ سی عام فہم تعلیم ہے لیکن سہل و ممتنع کی ایک عجیب مثال ہے۔ جہاں تک میں نے نظر دوڑائی مجھے کسی مذہب کی کتاب مقدس میں ایسی تعلیم دکھائی نہیں دی۔

اسلام کی بعض دیگر امتیازی خصوصیات

سامعین کرام! اسلام کے نمایاں امتیازات کا مضمون تو بہت وسیع ہے۔ یہ چند وہ اہم نکات تھے جو اس وقت تفصیل سے بیان کرنا میں ضروری سمجھتا تھا۔ باقی خصوصیات کی طرف وقت کی مناسبت سے صرف اشارے ہی کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) اسلام کا ایک امتیازی کمال مذہب کے بنیادی تصور کے بارہ میں یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی خالقیت کو تسلیم کر کے دوسرے مذاہب کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی توحید کو ایسی قابل سمجھ صورت میں پیش کرتا ہے جسے ایک بدوی اور ایک عالم و فلاسفر برابر سمجھ سکتے ہیں جو اسکی ذات و صفات کی عظمت دلوں میں قائم کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ وہ سب خوبیوں کا جامع اور سب عیبوں سے پاک ہے اور یہ وہ حی و قادر مطلق زندہ خدا ہر زمانہ میں اپنی قدرت دکھاتا اور اپنے پیارے بندوں سے محبت کا سلوک فرماتا ان کی دعائیں سنتا اور ان سے کلام کرتا ہے پس یہ اسلام کا امتیاز ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید کو زمان و مکان پر برابر حاوی بتلاتا ہے اور ذات و صفات دونوں میں اسے واحد کہلاتا ہے اور کسی زمانہ میں بھی اسکی صفات کو معطل نہیں بتاتا اور ہر زمانہ کے بندوں کے لیے وصل اور مکالمہ و مخاطبہ کی راہ کھلی ہونے کا اعلان عام کرتا ہے۔ (۲) اسلام کی تعلیم کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے اسکی رو سے خدا تعالیٰ کے کلام اور اسکے کام یعنی اسکے قول و فعل میں کوئی تضاد یا اختلاف نہیں اور اس طرح اسلام انسان کو مذہب اور سائنس کے جھگڑوں سے آزاد کر دیتا ہے کیونکہ وہ بعض دوسرے مذاہب کی طرح قوانین قدرت کو نظر انداز کر کے اسکے خلاف باتوں پر یقین رکھنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ قانون قدرت پر غور کر کے ان سے فائدہ اٹھانے کی تعلیم دیتا ہے (۳) اسلام کی ایک امتیازی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی تعلیم محض دعووں اور تحکم سے نہیں منواتا بلکہ ہر امر کے لیے عقلی دلیل دیتا ہے اور ایسے زبردست دلائل سے ایمانیات کے مسائل ثابت کرتا ہے کہ عقل انسانی مذہبی تعلیم کے ساتھ اس یقینی علم کو پا کر مطمئن ہو جاتی ہے۔ (۴) اسلام کی بنیاد صرف قصوں پر نہیں بلکہ وہ ہر شخص کو تجربہ کی دعوت دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ہر سچائی کسی نہ کسی رنگ میں دنیا میں پرکھی جا سکتی ہے۔ (۵) اسلام کی الہامی کتاب بے نظیر اور بے مثال کتاب ہے جو اسے سب مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔ آج تک قرآن شریف کے واشگاف اعلان اور دعوے کے باوجود اسلام کے سب دشمن مل کر بھی اسکے کسی ایک جزو کی مثل بنانے پر بھی قادر نہیں ہو سکے اور قرآن کی یہ بے نظیری صرف اسکی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ اسکی جامعیت اور اعلیٰ تعلیمات کے لحاظ سے بھی ہے اور اگر کسی کو شبہ ہے تو آج بھی قرآن شریف کا یہ چیلنج اسے دعوت فکر دیتا ہے کہ قرآنی تعلیم کی مانند یا اس سے بہتر کوئی تعلیم پیش کرے۔ قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ ایسا کوئی کر سکا نہ کر سکیگا کسی بھی دوسری مذہبی کتاب میں اپنے بارہ میں نہ یہ دعویٰ ہے نہ اس نوع کا کوئی چیلنج موجود ہے (۶) قرآن شریف کا ایک اور امتیازی کمال یہ ہے کہ وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ قرآنی تعلیم گذشتہ مذاہب سے کھینچی گئی ہے اور جدا نہیں بلکہ صحف سابقہ کی ہر قابل ذکر اور باقی رکھنے کے لائق تعلیم اس کتاب میں جمع کر دی گئی ہے جیسا کہ فرمایا۔ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینۃ آیت ۴) پھر فرمایا اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى (الاعلیٰ ۲۰،۱۹)

(۷) اسلام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ جو الہامی کتاب اس مذہب کو پیش کرتی ہے اسکی زبان (عربی) زندہ ہے اور زبان کی زندگی کتاب کی زندگی پر دلالت کرتی ہے۔ پس باقی ماندہ تمام الہامی زبانوں کا مردہ ہو جانا اور قرآن کی زبان کا زندہ رہنا اسکی عظیم الشان خصوصیت ہے۔

(۸) اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اسکی نہ صرف تعلیمات اعلیٰ و جامع ہیں بلکہ اس کا رسول انسانی زندگی کے ہر قسم کے دور سے گزرا اور یتیمی سے لے کر شہنشاہی تک اسکی تاریخی زندگی ہر قدم اور ہر موڑ پر درخشندہ مثالیں قائم کرتی چلی جاتی ہے۔ ایسا کامل اور قابل اتباع نمونہ جو اپنی وسعت اور تنوع میں ہمہ گیر ہو صرف اسلام کا رسول ہی پیش کرتا ہے جسکی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے اور زندگی کا کوئی گوشہ مخفی نہیں بلکہ تمام تفصیلات محفوظ ہیں اور ایک کامل نمونہ کے لیے ایسا ہونا ضروری تھا اسکے مقابل پر باقی انبیاء کو انسانی زندگی اور مسائل کے ایسے وسیع تجارب حاصل ہوئے نہ ہی ان کی سوانح حیات مکمل طور پر محفوظ ہیں اور زندگی کا اکثر حصہ نظروں سے اوجھل ہے۔

(۹) اسلام کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں بے شمار پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں جو ہر زمانہ میں پوری ہو کر لوگوں کو اسلام کی سچائی اور خدا کی ہستی پر یقین پیدا کرتی رہی ہیں اور کرتی رہیں گی۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی پیشگوئی پوری نہ ہوتی ہو۔ اور یہ زمانہ تو اس بارہ میں اپنی مثال آپ ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کے زمانہ کے فرعون کی لاش کا دستیاب ہونا یا ایسے عذاب کی خبر جس میں ذروں میں بند آگ انسان کو ہلاک کرنے کے لیے تیار کی جائیگی جو پھٹنے سے بیرل کھینچ کر لمبے اور عمود ہو جائیں گے۔

(۱۰) اسلام کا یہ بھی ایک نمایاں امتیاز ہے کہ جب حیات بعد الموت کی خبریں دیتا ہے تو ساتھ ہی اس دنیا سے تعلق رکھنے والی بعض پیشگوئیاں بھی کرتا ہے جو پوری ہو کر حیات آخرت والی پیشین خبروں پر بھی یقین پیدا کر دیتی ہیں۔

(۱۱) اسلام عدل و انصاف کی انفرادی، قومی اور بین الاقوامی تعلیم دینے کے لحاظ سے تمام دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے۔ یہ تعلیم ایسی جامع ہے کہ تعلقات کے ہر امکانی دائرہ پر حاوی ہے۔ یعنی چھوٹوں بڑوں اور مرد و زن دوست اور دشمن افراد اور قوموں کے حقوق اور فرائض بصیرت انگیز رہنمائی کرتی ہے جو نسانی فطرت کی ہم آہنگ ہے۔

۱۔ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (البقرہ آیت ۷۵)

(۱۲) اسلام انسان، انسان کے درمیان مساوات کا علمبردار ہے۔ اس میں ذات پات، نسل اور قوم کی کوئی تمیز نہیں ہے بلکہ سب انسانوں کو بلحاظ انسانیت یکساں قرار دیتا ہے۔ پھر اسلام عزت اور احترام کے سلسلہ کا ایک نیا پیمانہ پیش کرتا ہے جیسا کہ فرمایا:-

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ　(الحجرات آیت: ۱۴)

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ یُرْزَقُوْنَ فِیْھَا بِغَیْرِ حِسَابٍ　(المومن آیت: ۴۱)

(۱۳) اسلام گناہ اور نیکی کی ایسی تعریف کرتا ہے جو اسے دیگر تمام مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔ انسان کی فطری خواہشات کو یہ بدی قرار نہیں دیتا بلکہ ان کے بے محل استعمال کا نام بدی رکھتا ہے۔ اور تمام طبعی تقاضوں کی تعدیل اور تربیت کرتے ہوئے ان کی متناسب نشوونما کی تعلیم دیتا ہے۔

(۱۴) اسلام ایک منفرد مذہب ہے جس نے ورثہ میں ہی عورت کے حقوق کو قائم نہیں کیا بلکہ مرد اور عورت کے درمیان مساوات کا قیام کرنے کے باوجود مساوات پر ایسا غلو نہیں دیا کہ جو مرد اور عورت کے تخلیقی فرق کو نظرانداز کر دے۔

آخر پر میں ان تمام افراد اور قوموں کو جو امن کے خواہاں ہیں یہ عظیم خوشخبری دیتا ہوں کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو آج انفرادی، معاشرتی، تمدنی، اقتصادی، قومی، بین الاقوامی امن کی ضمانت دیتا ہے۔ اسکی امن کی تعلیم ان شعبہ ہائے زندگی پر حاوی ہے۔ اسلام تو وہ منفرد مذہب ہے جس کا نام امن ہے اور جس سے منسلک ہونیوالا مسلم کہلاتا ہے یعنی خود امن میں آنیوالا، غیروں کو امن دینے والا اور ہر اس فعل سے پرہیز کرنیوالا جو فساد پیدا کرنیوالا ہو۔ اسلام کا رسول بھی اول المسلمین کہلایا یعنی سب امن کا پیغام دینے والوں کا سردار۔ آپ نے فرمایا مسلم وہی ہے جس کے قول وفعل کے شر سے ہر امن پسند محفوظ رہے[1]۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطاب، قیام امن کے موضوع پر ایک لافانی چارٹر ہے جو ہر قوم، نسل اور مذہب و ملت کے لیے آج بھی یکساں واجب العمل ہے۔

اسلام کے مفہوم میں صرف بندے اور بندے کے درمیان امن کا تصور داخل نہیں بلکہ بندے اور خدا کے درمیان بھی امن کا مفہوم شامل ہے چنانچہ اس پہلو سے مومن وہ کہلاتا ہے جس سے خدا کی مخلوق اور اس کا قانون امن میں رہے اور جو خدا تعالیٰ سے ایسے تعلقات قائم کرے کہ اس کی سزا اور عقوبت سے امن میں آجائے۔ الغرض لفظ مسلم کے اندر امن وسلامتی کا ایسا وسیع مفہوم ہے جو اس دنیا پر بھی حاوی ہے اور اگلے جہان پر بھی۔ انسانوں کے تعلقات پر بھی پھیلا ہوا ہے اور اللہ اور بندہ کے تعلق پر بھی اور ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ نظام کائنات میں کوئی خلل پیدا نہ کرے اور اللہ کا مطیع بندہ بنکر رہے۔ وہ اپنوں کے لیے بھی سراپا امن ہو جائے اور غیروں کے لیے بھی سراپا امن ہو۔

اسلام کی تعلیم اس لائق ہے کہ آج قومیں اس سے استفادہ کریں اور ہولناک تباہی سے بچ جائیں۔ یہ اس پہلو سے منفرد ہے کیونکہ کسی دوسرے مذہب میں جب بین الاقوامی تصور ہی موجود نہیں تو وہ بین الاقوامی تعلیم کیسے پیش کر سکتا ہے۔ لیکن یہ ایک الگ اور مستقل مضمون ہے جس کی تفصیل میں اس وقت میں نہیں جا سکتا گزشتہ سال زیورک (سوئٹزرلینڈ) میں اپنے ایک لیکچر میں میں نے اسلام کی بین الاقوامی تعلیم امن اور عدل وانصاف کے بارہ میں نسبتاً زیادہ تفصیل سے بیان کیا تھا۔ یہ مضمون THE REVIEW OF RELIGIONS ربوہ اور DER ISLAM ZURICH میں شائع ہو چکا ہے لیکن آج بھی وقت کی مناسبت سے اس حد تک اختصار سے کام لینا پڑا کہ اسے سیر حاصل نہیں کہا جا سکتا۔

اسلام ایک زندہ مذہب ہے

آخر پر میں اسلام کے ایک اور عظیم الشان امتیاز کا ذکر کر کے اپنے خطاب کو ختم کرتا ہوں۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور خدا اور بندے کے تعلقات کو آج بھی اسی طرح قائم کرنے کا دعویدار ہے جیسے ازمنہ سابقہ میں خدا اور بندہ کے تعلقات کا ذکر ملتا ہے۔ اسلام وحی اور الہام کو ایک قصہ پارینہ کے طور پر پیش نہیں کرتا بلکہ ہر زمانہ کے انسان کو خوشخبری دیتا ہے کہ جس راستہ پر نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ نے اپنے رب کی لقاء حاصل کی اور جس راہ پر گامزن ہو کر خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ الہ وسلم پر خدا سب پہلوؤں سے بڑھکر جلوہ گر ہوا۔ آج بھی وہ وصل کی راہیں کھلی ہیں اور دعوت عام ہے ہر اس شخص کے لیے جو وصل الٰہی کا متمنی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا　(الکہف آیت: ۱۱۱)

پھر فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ　(حٰم السجدۃ آیت: ۳۱)

فی زمانہ قرآن کریم کے دعاوی کا زندہ و تابندہ ثبوت

جماعت احمدیہ کے نزدیک آج قرآن کریم کے ان دعاوی کا زندہ ثبوت، بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا وجود ہے۔ جو ۱۸۳۵ء میں INDIA کے ایک گمنام گاؤں قادیان میں پیدا ہوئے اور نیکی اور تقویٰ کی اسلامی تعلیم پر گامزن ہو کر وحی اور الہام سے مشرف کئے گئے اور اسی زندگی میں لقائے باری تعالیٰ کے اعلیٰ مقصد کو پا لیا۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اسی کے امر کے مطابق ۱۸۸۹ء میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور اسلام کی تبلیغ اور خدمت کرنیوالی لاکھوں افراد پر مشتمل ایک فعال جماعت پیچھے چھوڑ کر ۱۹۰۸ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کا احیاء اسلام اور غلبہ اسلام کا مشن نظام خلافت کے ذریعہ جاری ہے۔

اپنے بھیجے جانے کی غرض بیان کرتے ہوئے بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

"مجھے بھیجا گیا ہے تا میں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے اور وہ کرامات مجھے عطا کئے گئے ہیں جن کے مقابل پر تمام غیر مذاہب والے اور ہمارے اندرونی اندھے بھی عاجز ہیں۔ میں ہر ایک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ قرآن شریف اپنی تعلیموں اور علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے۔ موسیٰ کے معجزوں سے بڑھکر اور عیسیٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔" (انجام آتھم صفحہ ۴۶)

پھر آپ فرماتے ہیں:

"اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائیگا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لیے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کر دوں اور مجھے اس نے حق کے طالبوں کی تسلی پانے کے لیے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں" (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۱۱)

آخر پر میں اپنے خطاب کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں جو تمام بنی نوع انسان کو ایک دعوتِ عام دے رہے ہیں:-

"وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں جسکی روح میں سچائی کی تڑپ ہے وہ اٹھے اور تلاش کرے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر روحوں میں سچی تلاش پیدا ہو اور دلوں میں سچی پیاس لگ جائے تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اس راہ کی تلاش میں لگیں۔ مگر یہ راہ کس طریق سے کھلے گی اور یہ حجاب کس دوا سے اٹھے گا میں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف **اسلام ہی ہے** جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مہر لگا چکی ہیں سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مہر نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے اور یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔ میں جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۳۱-۱۳۲)

بلاشبہ ہر امن کے متلاشی بے قرار انسان کے لیے آپ کی یہ دعوت مژدہ جانفزا کی حیثیت رکھتی ہے۔

(منقول از الفضل ۳۰ و ۳۱ جنوری ۱۹۸۴ء)

---

[1] اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ
[2] اَلْمُؤْمِنُ مَنْ یَّاْمَنُہُ النَّاسُ

سابقہ مفسرینِ قرآن کے بالمقابل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

پُر معارف تفسیرِ قرآن کے چند نمونے

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان

اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال قبل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر کامل اور مکمل شریعت کو نازل فرمایا۔ جو "قرآن مجید" کی صورت میں آج ہمارے ہاتھوں میں محفوظ ہے ؎

دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گرد گھُوموں کعبہ مرا یہی ہے
(المسیح الموعودؑ)

اس سے قبل جتنے بھی صحیفے نازل ہوئے ایک وقتِ مقدر کے بعد انسانی دست بُرد کا شکار ہو گئے۔ اور طرح طرح کی تحریف اُن میں ہوتی چلی گئی۔ لیکن قرآن مجید کے بارہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ خاص وعدہ فرمایا تھا

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

( )

کہ ہم نے ہی اس ذکر (یعنی قرآن کریم) کو اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ چنانچہ یہ الٰہی وعدہ قرآن کریم کی صوری حفاظت کے لحاظ سے بھی اور معنوی حفاظت کے لحاظ سے بھی نہایت شان کے ساتھ پُورا ہوتا آیا ہے اور قیامت تک پُورا ہوتا چلا جائے گا۔ ظاہری اور صُوری حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ نے ایسے سامان فرمائے کہ ہزاروں لاکھوں مُسلمانوں کے سینوں میں بسم اللہ کی بَ سے لے کر وَالنَّاس کی سؔ تک پُورا قرآن کریم محفوظ ہے۔ اگر خدانخواستہ قرآن کریم کے قلمی اور مطبوعہ نسخے اِس رنگ میں ناپید ہو جائیں کہ کوئی ایک نسخہ بھی دُنیا میں موجود نہ رہے، تب بھی قرآن کریم دُنیا سے مفقود نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسانی سینوں اور ذہنوں میں اس کا لفظ لفظ بلکہ حرف حرف نقش ہو چکا ہے۔

معنوی لحاظ سے قرآن کریم کی حفاظت کے لئے جیسا کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت عطا فرمائی تھی کہ خدا تعالیٰ ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث فرماتا رہے گا۔ جو دین کی تجدید کریں گے اور ہر قسم کی غلطیوں سے اس کو صاف کرتے رہیں گے ( ) بفضلہ تعالیٰ گزشتہ تیرہ صدیوں تک ہر صدی میں ایسے مجددین مبعوث ہوتے رہے اور اپنے اپنے زمانوں میں وقت کے مناسبِ حال تجدید و احیاءِ اسلام کا کام کرتے رہے۔

—— ⁂ ——

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے زمانہ کی بھی خبر دی تھی کہ ایمان اور قرآن معنوی طور پر ثریا ستارے پر جا پہنچا ہوگا۔ اور عقائد ونظریات کے لحاظ سے، شرعی و فقہی مسائل کے لحاظ سے اور قرآن مجید کی تفسیر کے لحاظ سے مُسلمانوں کے اندر اس قدر اختلاف رُونما ہو چکا ہوگا کہ بجز امام مہدی کے جو خُدا تعالیٰ سے ہدایت یافتہ ہوگا اور حَکَم اور عَدَل کی حیثیت میں مبعوث ہوگا۔ کوئی اور وجود ان اختلاف کا فیصلہ نہیں کر سکے گا۔

چنانچہ بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مارچ ۱۸۸۲ء میں ماموریت اور امامت کے مقام پر فائز کئے گئے اور آپؑ کو الہام ہُوا

"اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ"

کہ رحمٰن خُدا نے تجھے قرآن سکھلایا ہے

اور ساتھ ہی معارفِ قرآن کے سرچشمے کی وضاحت میں آپؑ کو یہ الہام ہُوا کہ

"كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَ تَعَلَّمَ۔

ہر ایک برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ پس بڑا ہی مبارک ہے وہ جس نے تعلیم دی اور جس نے تعلیم پائی۔"

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۳۹، ۲۳۸ حاشیہ درحاشیہ نمبرا طبع اوّل)

پس اِس زمانے میں سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خدمتِ قرآن کے لئے مامور فرمایا۔ اور قرآنی حقائق و معارف کی اشاعت کا فریضہ آپؑ کے سپرد فرمایا۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپؑ نے حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے قرآنی حقائق و معارف کے دریا بہا دیئے۔ اور قرآن مجید کو ایک زندہ کتاب کی حیثیت سے پیش فرمایا۔ سابقہ تفاسیر کی غلطیوں کی اصلاح فرمائی اور معترضین کے نہ صرف مُنہ بند کر دیئے بلکہ ایسا حسین، صاف اور نکھرا ہُوا خوبصورت چہرہ قرآن کریم کا دُنیا کے سامنے پیش فرمایا کہ کیا دوست اور کیا دشمن جس نے بھی بالغ نظری سے اس کا مشاہدہ کیا، گرویدہ ہو گیا۔

—— ⁂ ——

حضور علیہ السلام نے با دلائل اِس امر کو ثابت فرمایا کہ

۱۔ قرآن کریم کی کوئی آیت تو کیا ایک زیر، زبر بلکہ کوئی شوشہ تک بھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ قرآن کریم میں کوئی لفظ بے فائدہ اور بے معنی نہیں ہے اور زائد لفظ کوئی نہیں۔ ہر لفظ ایک معنی اور حقیقت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔ قرآن کریم میں جو واقعات درج کئے گئے ہیں وہ محض پرانے قصے نہیں ہیں بلکہ آئندہ زمانہ کے متعلق پیشگوئیاں ہیں۔ نیز ہمارے عبرت حاصل کرنے کے لئے اسباق ہیں۔

۴۔ قرآن مجید کی ایسی تفسیر کی جانی چاہیئے جو دوسری آیت سے مخالف نہ ہو بلکہ اُس کی مؤید ہو۔

۵۔ اور یہ کہ قرآن کریم کے مطالب جاننے کے لئے اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق قائم کرنا اور حقیقی پاکیزگی اپنے اندر پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کے ارشادِ ربّانی سے ظاہر ہے۔

ذیل میں بطورِ نمونہ چند آیات کی تفسیر درج کی جاتی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے کے مفسرین نے کی ہے اور پھر اس کے بالمقابل حضرت امام مہدی علیہ السلام کی تفسیر کے کچھ اقتباس درج کئے جا رہے ہیں تاکہ قارئین موازنہ کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو واقعی فہمِ قرآن عطا فرما کر حَکَم اور عَدَل کے منصب پر سرفراز فرمایا ہے!

—— (۱) ——

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(سورۃ النمل : ۴۵)

● علامہ ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمرؒ (متوفّٰی ۵۳۸ھ) صاحب کشاف خوارزمی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں : —

"روایت ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ملکہ بلقیس (ناقل) کے آنے سے پہلے اس کے رستہ میں سفید شیشے کا ایک محل بنانے کا حکم دیا۔ اس کے نیچے پانی چھوڑ دیا گیا۔ اور اس میں سمندری جانور مچھلیاں وغیرہ ڈال دی گئیں۔ آپؑ کا تخت وسط میں رکھ دیا گیا۔ پس آپ اس پر بیٹھ گئے۔ اور آپؑ نے پرندوں اور جن و انس کو روک رکھا تاکہ اس کے سامنے اپنے حکم کی عظمت تحقیقِ نبوت اور شہادت علی الدین کا اظہار کریں۔ مفسرین کا خیال ہے جن اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آپؑ اس سے شادی کریں۔ کیونکہ وہ ڈرتے تھے کہ ملکہ اُن کے سارے راز آپؑ کو بتا دے گی۔ کیونکہ وہ پری کی بیٹی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جن اس بات سے ڈر گئے کہ اس کے ہاں ایسا بیٹا پیدا ہوگا جو جن و انس دونوں کی عقل کا مالک ہوگا۔ اس لئے انہیں (جنوں کو) حضرت سلیمان علیہ السلام کے مُلک سے ایک ایسے بادشاہ کے پاس جانا پڑے گا جو زیادہ سخت اور زیادہ جابر ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ اس کی عقل میں کچھ فتور ہے۔ اور اس کی پنڈلیوں پر بہت بال ہیں۔ اور اُس کے پاؤں گدھے کے سُموں کی مانند ہیں۔ پس حضرت سلیمانؑ نے تنکیرِ عرش سے اس کا امتحان کیا تاکہ اس کی پنڈلیاں اور پاؤں دیکھیں۔ پس جب اس نے دونوں کو عُریاں کیا تو آپؑ نے دیکھا کہ وہ تمام انسانوں سے خوبصورت پنڈلیوں اور پاؤں کی مالک ہے۔ اور ان پر بالکل بال نہیں۔ تو آپؑ نے اپنی نگاہ پھیری اور اُسے پکار کر کہا کہ یہ تو شیشوں سے جڑاؤ شدہ محل ہے۔"

(تفسیر الکشاف الجزء الثانی صفحہ ۲۶۴)

● — شاہ عبد القادر دہلوی رحؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں : —

"دیوان خانے میں بیٹھے تھے حضرت سلیمانؑ۔ اس میں پتھروں کی جگہ شیشے کا فرش تھا نگا پانی لہراتا۔ اس نے پنڈلیاں کھولیں پانی میں بیٹھنے میں۔ حضرت سلیمانؑ نے پکارا کہ یہ شیشوں کا فرش ہے پانی نہیں۔ اس کو اپنی عقل کا قصور اور اُن کی عقل کمال معلوم ہُوا۔ سمجھی جو یہ سمجھے ہیں سو ہی صحیح ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے سُنا تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں بکری کی طرح۔ اس طرح معلوم کر لیا

کر بیٹھے تھے۔ ان کی دعا تجویز کی جسے لوگ کہتے ہیں۔ وہ پری کے پیٹ سے تھی۔ اس کا اثر تھا۔"

(موضح القرآن برحاشیہ قرآن مجید شائع کردہ تاج کمپنی ص ۶۲۲)

ان تفاسیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام نے محض اس غرض کے پیشِ نظر ملکہ بلقیس کی پنڈلیوں کے بال دیکھیں ایک عظیم الشان شیش محل تیار کروایا۔ اب ان بیہودہ تفاسیر کے مقابل اُس رجلِ فارس کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے جن کو خدا نے اپنی جناب سے قرآن کا فہم عطا فرمایا آپ اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں:-

(۱)۔ "قرآن شریف میں ایک ملکہ کا قصہ لکھا ہے جو آفتاب پرست تھی اور اس کا نام بلقیس تھا۔ اور وہ اپنے مُلک کی بادشاہ تھی۔ اور ایسا ہُوا کہ اُس وقت کے نبی (یعنی حضرت سلیمانؑ۔ ناقل) نے اس کو دھمکی بھیجی کہ تجھے ہمارے پاس حاضر ہونا چاہیئے۔ ورنہ ہمارا لشکر تیرے پر چڑھائی کرے گا اور پھر تیری خیر نہیں ہوگی۔ پس وہ ڈر گئی اور اُس نبی کے پاس حاضر ہونے کے لئے شہر سے روانہ ہوئی۔ اور قبل اس کے کہ وہ حاضر ہو اس کو متنبہ کرنے کیلئے ایک ایسا محل تیار کیا گیا جس پر نہایت مصفّا شیشہ کا فرش تھا۔ اور اس فرش کے نیچے نہر کی طرح ایک خندق تیار کی گئی تھی جس میں پانی بہتا تھا۔ اور پانی میں مچھلیاں چلتی تھیں۔ جب وہ آکر اس جگہ پہنچی تو اس کو حکم دیا گیا کہ محل کے اندر آجا۔ تب اس نے نزدیک جاکر دیکھا کہ پانی زور سے بہہ رہا ہے اور اس میں مچھلیاں ہیں۔ اس نظارہ سے اُس پر یہ اثر ہُوا کہ اُس نے اپنی پنڈلیوں پر سے کپڑا اُٹھا لیا کہ ایسا نہ ہو کہ پانی میں تر ہو جائے۔ تب اُس نبی نے اس ملکہ کو جس کا نام بلقیس تھا آواز دی کہ اے بلقیس! تو کس قسم کی غلطی میں گرفتار ہو گئی۔ یہ تو پانی نہیں ہے جس سے ڈر کر تو نے پاجامہ اُوپر اُٹھا لیا۔ یہ تو شیشہ کا فرش ہے اور پانی اس کے نیچے ہے۔ اس مقام میں قرآن شریف میں یہ آیت ہے قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ یعنی اُس نبی نے کہا کہ اے بلقیس! تو کیوں دھوکا کھاتی ہے۔ یہ تو شیش محل کے شیشے ہیں۔ جو اوپر کی سطح پر بطور فرش لگائے گئے ہیں۔ اور پانی جو زور سے بہہ رہا ہے وہ تو ان شیشوں کے نیچے ہے۔ نہ کہ یہ خود پانی ہے۔ تب وہ سمجھ گئی کہ میری مذہبی غلطی پر مجھے ہوشیار کیا گیا ہے۔ اور میں نے بھی انتقامت جہالت کی راہ اختیار کر رکھی تھی جو سُورج کی پُوجا کرتی تھی۔

تب وہ خُدائے واحد لاشریک پر ایمان لائی اور اُس کی آنکھیں کھُل گئیں۔ اور اُس نے یقین کر لیا کہ وہ طاقتِ عظمیٰ جس کی پرستش کرنی چاہیئے وہ تو اور ہے اور میں دھوکہ میں رہی۔ اور سطحی چیز کو معبود ٹھیرایا؟"

(نسیمِ دعوت ص ۴۵)

(۲)۔ ایک اور مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"دُنیا ایک شیش محل کی طرح ہے جس کی زمین کا فرش نہایت مصفّیٰ شیشوں سے کیا گیا ہے۔ اور پھر ان شیشوں کے نیچے پانی چھوڑ دیا گیا جو نہایت تیزی سے چل رہا ہے۔ اب ہر ایک نظر جو شیشوں پر پڑتی ہے وہ اپنی غلطی سے ان شیشوں کو بھی پانی سمجھ لیتی ہے۔ اور پھر انسان ان شیشوں پر چلنے سے ایسا ڈرتا ہے جیسا کہ پانی سے ڈرنا چاہیئے۔ حالانکہ وہ درحقیقت شیشے ہیں مگر صاف اور شفاف سو یہ بڑے بڑے اجرام جو نظر آتے ہیں جیسے آفتاب اور ماہتاب وغیرہ۔ یہ وہی صاف شیشے ہیں جن کی غلطی سے پرستش کی گئی اور ان کے نیچے ایک اعلیٰ طاقت کام کر رہی ہے جو ان شیشوں کے پردہ میں پانی کی طرح بڑی تیزی سے چل رہا ہے اور مخلوق پرستوں کی نظر کی یہ غلطی ہے کہ انہیں شیشوں کی طرف اس کام کو منسوب کر رہے ہیں جو اُن کے نیچے کی طاقت دکھلا رہی ہے۔"

(اسلامی اُصول کی فلاسفی عکسی ایڈیشن ص ۸۸)

(۳)

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝

(سُورۃ الضّحیٰ: ۷-۸)

● اس آیت کی تفسیر میں علامہ نسفی لکھتے ہیں:-

"کیا تُو والدین کے وفات پا جانے کے بعد یتیم نہیں رہ گیا تھا؟ اور کیا تجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے چچا ابو طالب کے پاس پناہ نہیں دی؟ یہاں تک کہ وہ تیرا کفیل بنا۔ اور تیری تربیت کی۔ اس نے تجھے غیر عالم اور معالمِ نبوت اور احکامِ شریعت سے ناواقف پایا تو تجھے قرآن اور دیگر شرائع کا علم دیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپؐ جب شام کے سفر میں حضرت ابو طالب کے ساتھ گئے تو راستہ بھول گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو قافلہ کی طرف لوٹا دیا۔ اس سے (ضَآلًّا سے۔ ناقل) عدول عن الحق اور گمراہی مُراد نہیں لی جاسکتی کیونکہ آپؐ بدء امر سے ہی عبادتِ اوثان اور فسق و عصیان کے گند سے پاک و صاف تھے۔"

(تفسیر نسفی جزء رابع ص ۳۲۲)

● مشہور مفسر محمد بن علی بن محمد شوکانی اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"یہاں ضلال بمعنی غفلت کے ہے۔ جیسا کہ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى اور اِنَّكَ لَفِيْ ضَلَالِكَ الْقَدِيْمِ میں۔ اور معنی یہ ہیں کہ اس نے تمہیں امرِ نبوت سے غافل پایا"

● زجاج کہتے ہیں:-

"ضالًّا کے معنے یہ ہیں کہ تُو قرآن اور دیگر شرائع کو نہیں جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری اس طرف راہنمائی کی۔

● اس کے یہ معنے بھی کئے گئے ہیں کہ:-

"اُس نے تمہیں قبلہ کا طالب پایا اور اس طرف راہ نمائی کر دی۔ قرآن مجید میں اس طرف اشارہ ہے قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۔

ضلال کے معنے طلب کے بھی ہوتے ہیں۔ یعنی تجھے اپنی قوم میں ضائع ہوتے ہوئے پایا تو اپنی طرف بُلا لیا۔

ضلال کے معنے محبّت کے بھی ہوتے ہیں اس لئے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ تجھے ہدایت کا مُحب پایا اور ہدایت دی۔ مندرجہ ذیل شعر میں ضلال بمعنی محبّت کا استعمال ہُوا ہے ؎

عجبًا لعزّۃ فی اختیار قطیعتی
بعد الضّلال فحبلھا قد اَخلقا

ووجدک ضالًّا کے ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ تجھے مکّہ کی گھاٹیوں میں بھُولا ہُوا پایا تو تیری راہنمائی کی۔ یعنی دادا عبد المطلب کی طرف لوٹا دیا۔"

(فتح القدیر جلد ۵ ص ۴۴۵)

● جناب علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی اپنی مشہور تفسیر "لباب التاویل" میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"الم یجدک یتیمًا میں یتیمًا سے مراد صغیرًا ہے۔ یعنی کیا تجھے اللہ تعالیٰ نے چھوٹا پا کر اپنی طرف پناہ نہیں دی تھی جب تیرے والد انتقال کر گئے تھے۔ اور تیرے لئے کوئی مال اور پناہ گاہ چھوڑ کر نہیں گئے تھے۔ پھر تیرا خدا تجھے ابو طالب کے پاس لے گیا۔ جس نے تیری احسن رنگ میں تربیت کی اور تیری حاجات کا متکفل ہُوا۔ جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضرت عبد المطلب نے جو آپؐ کے دادا تھے آپؐ کی کفالت کی۔ اور جب وہ انتقال کر گئے تو آپؐ کے چچا ابو طالب نے اس وقت تک آپؐ کی کفالت کی جب کہ آپؐ تنومند جوان ہو گئے۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یتیمًا کا لفظ عربوں کے قول "دُرّۃٌ یتیمۃٌ" کی طرز پر ہے اور معنے یہ ہیں کہ کیا اس نے قریش میں تمہیں اکیلا عدیم النظیر نہیں پایا تھا؟ پھر اس نے تمہیں اپنی طرف پناہ دی۔ تیری تائید کی اور نبوّت سے مشرّف کیا، تجھے رسالت کے لئے چُن لیا۔

ووجدک ضالًّا۔ یعنی جس حال میں آپؐ اُس دن تھے فھدٰی تو اللہ تعالیٰ نے توحید اور نبوّت کی طرف تمہاری راہنمائی کی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضالًّا سے مُراد یہ ہے کہ تمہیں معالمِ نبوّت اور احکامِ شریعت سے ناواقف پایا تو ہدایت دی۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ کی گھاٹیوں میں ایک دفعہ درانحالیکہ آپؐ بچّے ہی تھے راستہ بھُول گئے۔ ابو جہل جو بکریوں کے پاس سے واپس آرہا تھا اُس نے آپؐ کو دیکھا تو آپؐ کے دادا عبد المطلب کے پاس لے آیا۔

سعید بن مسیّب کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کے ساتھ حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے قافلہ میں گئے اسی دوران میں ایک تاریک رات میں ابلیس آپؐ کے پاس آیا۔ آپؐ کی اُونٹنی کی مہار پکڑی اور آپؐ کو غلط راستے پر ڈال دیا۔ جبرائیل حاضر ہوئے اور ابلیس کو پھُونک ماری تو وہ حبشہ کی طرف جا پڑا۔ اور اس نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قافلہ کی طرف لوٹا دیا۔"

(لباب التاویل جزء رابع ص ۳۸۵)

● امامِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:-

"جو شخص قرآن کریم کی اسالیبِ کلام کو بخوبی جانتا ہے اُس پر یہ پوشیدہ نہیں کہ بعض اوقات وہ کریم و رحیم جلّشانہٗ اپنے خواص عباد کے لئے ایسا لفظ استعمال کر دیتا ہے کہ بظاہر بد معلوم ہوتا ہے مگر معنًا نہایت محمود اور تعریف کا کلمہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جلّشانہٗ نے اپنے نبی کریمؐ کے حق میں فرمایا— وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى

اب ظاہر ہے کہ ضال کے معنے مشہور اور متعارف جو اہلِ لغت کے مُنہ پر چڑھے ہوئے ہیں گمراہ کے ہیں جس کے اعتبار سے آیت کے یہ معنے بنتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے (اے رسول اللہ!) تجھ کو گمراہ پایا اور ہدایت دی۔ حالانکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی گمراہ نہیں ہوئے۔ اور جو شخص مسلمان ہو کر یہ اعتقاد رکھے کہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر میں ضلالت کا عمل کیا تھا تو وہ کافر، بے دین اور حدِ شرعی کے لائق ہے۔ بلکہ آیت کے اس جگہ وہ معنے لینے چاہئیں جو آیت کے سیاق اور سباق سے ملتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی۔ یعنی خدا تعالیٰ نے تجھے یتیم اور بےکس پایا اور اپنے پاس جگہ دی اور تجھ کو ضال (یعنی عاشق وجہ اللہ) پایا۔ پس اپنی طرف کھینچ لایا۔ اور تجھے درویش پایا پس غنی کر دیا۔ ان معنوں کی صحت میں یہ ذیل کی آیتیں قرینہ ہیں جو اُن کے بعد آتی ہیں۔ یعنی یہ کہ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ کیونکہ یہ تمام آیتیں لف و نشر مرتب کے طور پر پہلی آیتوں میں جو مدعا مخفی ہے دوسری آیتیں اس کی تفصیل اور تصریح کرتی ہیں مثلاً پہلے فرمایا اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی اس کے مقابل پر یہ فرمایا فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ یعنی یاد کر کہ تو بھی یتیم تھا اور ہم نے تجھ کو پناہ دی۔ ایسا ہی تو بھی یتیموں کو پناہ دے۔ پھر بعد اس آیت کے فرمایا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی اس کے مقابل پر یہ فرمایا وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ یعنی یاد کر کہ تو بھی ہمارے وصال اور جمال کا سائل اور ہمارے حقائق اور معارف کا طالب تھا۔ سو جیسا ہم نے باپ کی جگہ ہو کر تیری جسمانی پرورش کی ایسا ہی ہم نے اُستاد کی جگہ ہو کر تمام دروازے علم کے تجھ پر کھول دیئے۔ اور اپنے لقاء کا شربت سب سے زیادہ عطا فرمایا اور جو تُو نے مانگا سب ہم نے تجھ کو دیا۔ سو تُو بھی مانگنے والوں کو رد مت کر۔ اور اُن کو مت جھڑک ...... اب اِن تمام آیات کا مقابلہ کر کے صاف طور پر کھلتا ہے کہ اس جگہ ضال کے معنے گمراہ نہیں بلکہ انتہائی درجہ کے تعشق کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کی نسبت اسی کے مناسب یہ آیت ہے اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ۔ سو یہ دونوں لفظ ظلم اور ضلالت اگرچہ ان معنوں پر بھی آتے ہیں ...... لیکن قرآن کریم میں عشاق کے حق میں بھی آتے ہیں جو خدا کی راہ میں عشق کی مستی میں اپنے نفس اور اس کے جذبات کو پیروں کے نیچے کچل دیتے ہیں۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۵۹ تا صفحہ ۱۹۰)

—— (۳) ——

مشہور عالمِ دین مولانا تمنا عمادی پھلواری، قرآنی قسموں کی چار حکمتیں بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں :-

(۱) "...... مکّے والوں کو قسم کھانے کی عادت تھی اور وہ قسم کا احترام بھی کرتے تھے۔ اس لئے مکّی سورتوں میں زیادہ تر قسمیں آئیں۔"

(۲) "مکّے میں مسلمان کمزور تھے اور مخاطبین کفّار و مشرکین طاقتور تھے۔ وہ لوگ اپنی قوت و طاقت اور اکثریت کے گھمنڈ میں ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے تھے۔ اُن پر اپنی صداقت ثابت کرنے کے لئے قسم کے سوا اور کوئی دوسرا طریقہ نہ تھا۔"

(۳) "عقائد کی باتیں جن کا تعلق محض غیب سے ہے مثلاً فرشتے، قیامت، بعث بعد الموت اور دوزخ و جنت وغیرہ ان تمام باتوں کو ہٹ دھرم منکرین پر دلائل سے ثابت کرنا ممکن نہ تھا۔ معاد و عالمِ آخرت کے امور کے متعلق قسم ہی کے ذریعے مخاطبین کو یقین دلایا جا سکتا تھا۔"

(۴) "قسم انہیں باتوں پر کھائی جاتی ہے جن پر گواہ یا دلائل سے ثابت کرنا ممکن نہ ہو۔"

(رسالہ خاتونِ پاکستان "قرآن مجید نمبر" ۱۹۶۵ء)

اس کے بالمقابل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی متعدد کتب میں قرآنی قسموں کا جو لطیف اور پُر معارف فلسفہ بیان فرمایا ہے وہ تفسیرِ قرآن و تجدیدِ دین کا ایک نہایت درخشندہ باب ہے۔ صرف ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔ حضورؑ اپنی معرکہ آرا تصنیف "آئینہ کمالاتِ اسلام" میں تحریر فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ کی قسموں کا انسان کی قسموں کے ساتھ قیاس درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کو انسان کی طرح کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آتی کہ جو انسان کو قسم کے وقت پیش آتی ہے۔ بلکہ اس کا قسم کھانا ایک اور رنگ کا ہے جو اس کی شان کے لائق اور اس کے قانونِ قدرت کے مطابق ہے۔ اور غرض اس سے یہ ہے کہ تا صحیفہ قدرت کے بدیہات کے اسرار دقیقہ کے حل کرنے کے لئے بطور شاہد کے پیش کرے۔ اور چونکہ اس مدعا کو قسم سے ایک مناسبت تھی، اور وہ یہ کہ جیسا ایک قسم کھانے والا جب مثلاً خدا تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے تو اُس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ میرے اس واقعہ پر گواہ ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے بعض کھلے کھلے افعال بعض چھپے ہوئے افعال پر گواہ ہیں۔ اس لئے اس نے قسم کے رنگ میں اپنے افعالِ بدیہیہ کو اپنے افعالِ نظریہ کے ثبوت میں جا بجا قرآن کریم میں پیش کیا اور اس کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔ کیونکہ وہ درحقیقت اپنے افعال کی قسم کھاتا ہے نہ کسی غیر کی۔ اور اُس کے افعال اُس کے غیر نہیں ہیں .... سو اللہ تعالیٰ قسم کے لباس میں اپنے قانونِ قدرت کے بدیہات کی شہادت اپنی شریعت کے بعض دقائق حل کرنے کے لئے پیش کرتا ہے تا قانونِ قدرت جو خدا تعالیٰ کی ایک فعلی کتاب ہے۔ اس کی قولی کتاب پر شاہد ہو جائے اور تا اُس کے قول اور فعل کے باہم مطابقت ہو کر طالبِ صادق کے لئے مزید معرفت اور سکینت اور یقین کا موجب ہو۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۷۴ تا ۷۶ حاشیہ۔ مطبوعہ مارچ ۱۹۷۰ء)

الغرض حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام کی ذات بابرکات سے قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کی دنیا میں ایک نئے اور انقلابی دور کا آغاز ہوتا ہے اور حق یہ ہے کہ جو کتب آپؑ نے تصنیف فرمائیں، وہ دراصل سب کی سب اسلام کی صداقت اور قرآنِ مجید کی حقانیت اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اِن قرآنی انوار کو بہترین رنگ میں نوعِ انسان تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر ساری دنیا قرآنی انوار سے منور ہو جائے۔ اَللّٰهُمَّ اٰمِیْن ÷

ہمارا خُدا

کبھی کبھی وہ خطا پر سزا بھی دیتا ہے
وفا کریں تو وفا کا صلہ بھی دیتا ہے

وہ یوں تو رہتا ہے پوشیدہ اہلِ دنیا سے
ہر ایک شے سے پر اپنا پتا بھی دیتا ہے

وہ کشتِ مُردہ کو دیتا ہے زندگی کی نوید
خزاں کے دَور کو حکمِ فنا بھی دیتا ہے

مٹا بھی دیتا ہے ہر نقشِ نا اُمیدی کا
رہینِ یاس کو پھر آسرا بھی دیتا ہے

وُہی تو کرتا ہے نشتر بانیوں پر آمادہ
حریصِ زیست کو ذوقِ فنا بھی دیتا ہے

ابھرا بھی دیتا ہے ناتوان نمونوں کو
انہیں نمونوں کو پھر حوصلہ بھی دیتا ہے

کسی بشر کو نہیں غیب کی خبر لیکن!
وہ اپنے پیاروں کو سب کچھ بتا بھی دیتا ہے

سلیم شاہجہانپوری۔ نوابشاہ (سندھ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی صلیب کی حیثیت سے

مولانا امداد صابری کا ایک اہم نوٹ

مرسلہ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت۔ ربوہ

مولانا امداد صابری برصغیر کے ایک معروف اہلِ قلم اور وقائع نگار ہیں۔ آپ کی مشہور کتاب "فرنگیوں کا جال" کا دوسرا ایڈیشن دہلی سے چھپا ہے جو انڈیا آفس لائبریری لنڈن میں موجود ہے۔ اس کتاب میں مولانا صاحب نے "مجاہدین ردّ نصاریٰ کے حالاتِ زندگی" پر ایک مستقل باب باندھا ہے۔ جس میں مُلک کی دوسری شخصیات کے علاوہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح اور جہادِ قلمی پر بھی ایک مختصر نوٹ سپردِ قلم کیا ہے جو درجِ ذیل کیا جاتا ہے۔

(دوست محمد شاہد)

"مرزا غلام احمد قادیانی"

مرزا جی پنجاب کے ایک مشہور مغل خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ شہنشاہ بابر کے زمانہ میں ایک شخص مرزا ہادی بیگ نامی علم دوست رئیس تھا۔ اپنے چند عزیزوں کے ہمراہ ہندوستان آیا۔ اس نے لاہور کے قریب ایک جنگل میں کیمپ ڈالا جس کا نام "اسلام پور" رکھا۔ حکومتِ دہلی نے ان کو اس علاقہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ اسی طرح مرزا جی کے پڑدادا مرزا فیض محمد کو شاہ فرخ سیر نے ۱۷۱۶ء میں ہفت ہزاری کا خطاب دیا۔ بادشاہ کے ہاں اُن کی بڑی عزت تھی۔ چنانچہ خاندان کا سلسلہ یہ چلا۔ مرزا فیض کے بیٹے مرزا گل محمد تھے، اور مرزا گل محمد کے صاحبزادے مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ تھے۔

مرزا جی ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء مطابق ۱۴ شوال ۱۲۵۰ہجری کو پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت توام صورت میں ہوئی۔ جب آپ ۶ سال کے تھے تو ایک فارسی خواں معلم گھر پر پڑھانے کے لئے نوکر رکھے گئے۔ جنھوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کی کتابیں پڑھائیں۔ جب دس برس کے ہوئے تو ایک عربی خواں مولوی صاحب مرزا جی کو پڑھانے اور تربیت دینے کے لئے مقرر ہوئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ مولوی صاحب موصوف ایک دین دار بزرگ تھے۔ انھوں نے مرزا جی کو قواعدِ نحو پڑھائے۔ سترہ برس کی عمر میں مرزا جی نے مولوی گل علی شاہ سے منطق اور حکمت، وغیرہ علوم مروجہ حاصل کئے۔ بعض طبابت کی کتابیں انھوں نے اپنے والد سے پڑھیں۔

مرزا جی نے عالمِ شباب میں قدم رکھا تو حرمت بی بی سے نکاح کیا۔ اُن کے بطن سے دو بچے پیدا ہوئے۔ اس بیوی سے مرزا جی کی نہ نبھی۔ چنانچہ مرزا جی نے اس کو طلاق دے دی۔

مرزا جی نے ۱۸۶۴ء میں سیالکوٹ کے دفترِ ضلع میں سرکاری ملازمت اختیار کی۔ ۱۸۶۸ء میں آپ کی والدہ کا انتقال ہوا...... اور والد کا ۱۸۷۶ء میں ہوا۔

۱۸۷۶ء میں آپ نے جب اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ حکومت کے سایہ میں نہایت پُرزور مشنری کام کر رہی ہے اور صلیبی مذہب ساری دنیا میں ایک طوفانِ عظیم کی طرح جوش مار رہا تھا۔ اس وقت مرزا جی نے "براہینِ احمدیہ" کتاب لکھی۔ جس کے ہم حصے ہیں۔ اس کتاب کا ذکر حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے ردِ نصاریٰ کی فہرست میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

اس عمدہ اور مبسوط کتاب میں دو طریقے سے مذہب اسلام کی حقانیت ثابت کی ہے۔ اول تو تین سو دلائلِ عقلیہ سے، دوم ان آسمانی نشانیوں سے جو سچے دین کی سچائی ثابت کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ اثباتِ حقیقتِ اسلام میں یہ عمدہ کتاب ہے۔

یہ مولانا محمد علی مونگیری کا یہ تبصرہ اُس وقت کا ہے جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔

۱۸۹۳ء میں مرزا جی کا مسٹر عبداللہ آتھم کے ساتھ امرتسر میں اسلام اور مسیحیت کے عنوان پر مناظرہ ہوا۔ جس میں عیسائیوں کو ہار ماننا پڑی۔

اس مناظرہ میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ پادریوں نے چند بیمار لڑکے چھپا رکھے تھے۔ درمیانِ مناظرہ میں وہ بیمار لڑکے مرزا صاحب مدعی مسیح موعود کے سامنے لاکر کھڑے کر دیئے۔ اور اُن سے مطالبہ کیا کہ آپ مسیح موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ یہ چند لڑکے بیمار ہیں۔ انھیں ہاتھ لگا کر اچھا کر دیجئے۔ مناظرہ میں بڑے قہقہے لگے۔ مرزا جی کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے الزامی جواب حسبِ ذیل دیا۔ کہ مسیح ناصری نے یہ فرمایا ہے کہ

"اگر تم میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہے تو تم قدرت کے خزانوں کے مالک بن سکتے ہو۔ اور پہاڑوں کو حکم دے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا سکتے ہو اور کوئی بات تمہارے سامنے اَن ہونی نہیں ہونی چاہیئے"۔

(متی باب ۱۷ و لوقا ۱۷)

میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ مسیحی حضرات جو یہاں جمع ہیں اپنے مسیح پر ضرور ایمان رکھتے ہیں۔ آپ لوگوں کا ایمان رائی کے دانے سے تو بہرحال بڑا ہوگا۔ میں آپ کا ممنون ہوں گا کہ آپ ہی ذرا اپنا ہاتھ لگا کر زندہ کر دیجئے۔ پادری اس پہ خاموش ہو گئے۔

تشحیذ الاذہان ۱۹۰۶ء میں مرزا جی نے اپنی جماعت کے پروپیگنڈا کے لئے یہ رسالہ جاری کیا۔ جس میں عیسائیوں کے الزامات کے جوابات بھی شائع کئے جاتے تھے۔

مرزا جی نے وہ کتابیں جو اُنھوں نے خالص اسلامی نقطۂ نظر سے لکھی ہیں اور ردّ نصاریٰ میں ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) براہینِ احمدیہ جلد چہارم ، حصہ پنجم میں بھی صداقتِ اسلام اور معجزات کی حقیقت اور کمالات کے مدارج پر بحث کی ہے۔

(۲) اسلامی اصول کی فلاسفی :- اس میں مذہب کی بنیادی اصولوں پر اسلامی نکتہ نگاہ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۳) آئینہ کمالات اسلام :- اس کتاب میں اسلامی تعلیمات کی حکمت اور ملائک وغیرہ کے مسائل پر بحث ہے۔ اور تعلیم اسلامی کی اکملیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا جی کا انتقال ہوا۔ آپ کے جنازہ کو قادیان میں مقبرہ بہشتی کے ساتھ رکھا گیا۔

(فرنگیوں کا جال صفحہ ۴۳۱ - ۴۳۲)

ربوہ میں

برستی ہیں خدا کی رحمتیں دن رات ربوہ میں
اُسی کا فضل ہے شاملِ حالات ربوہ میں

عدوِ احمدیت روز و شب دشنام ہیں کرتے
صبر سے سن رہے ہیں اُن کی ہر اک بات ربوہ میں

عبادت گاہ میں گرچہ اذانیں بند ہیں اپنی
نمازوں میں بہت ملتی ہیں اب لذات ربوہ میں

خدا شاہد ہے ہر اک احمدی جرأت کا پیکر ہے
مگر ہم صبر سے سنتے ہیں ملفوظات ربوہ میں

صبر سے ہم نے بدگوئی کے بدلے میں دعائیں دیں
مبادا ہوں نہ مجروح غیر کے جذبات ربوہ میں

نہ ہوتا اگر صبر کا حکم ہم کو دشمن ناداں!
تیری جرأت نہ ہوتی ہوتا کچھ بات ربوہ میں

خلافت سے ہے وابستہ خلیقؔ عاصی کو غم کس کا؟
عدو کی گھات میں ہے حسن خدا کی ذات ربوہ میں

خلیق بن فائق۔ ربوہ

لاہور سے کراچی تک کے ریلوے سفر میں

غیر از جماعت احباب سے دلچسپ تبلیغی گفتگو!

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی ایڈیشنل ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

ماہِ اکتوبر کے آخر میں خاکسار کو کراچی (پاکستان) کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ کراچی ایکسپریس کے جس ڈبے میں خاکسار کو جگہ ملی اس میں قریباً پندرہ سواریاں بیٹھی تھیں۔ جن میں کم و بیش ۶۰ سال کی عمر کے ایک باریش بزرگ بھی تھے۔ جب گاڑی روانہ ہوئی تو اس بزرگ نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کہاں رہتے ہیں اور اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے بتایا کہ میں قادیان شریف میں رہتا ہوں جو ہندوستانی پنجاب کے گورداسپور ضلع میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے اور اس وقت کراچی جا رہا ہوں۔ یہ سن کر وہ بزرگ قدرے سوچ میں پڑ گئے اور مجھ سے یوں گویا ہوئے :-

یہ قادیان شریف وہی ہے جہاں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہوئے ہیں اور جن کی جماعت کو قادیانی جماعت کے نام سے پکارا جاتا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا جی ہاں یہ وہی قادیان ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا دعویٰ ہے کہ وہ مسیح موعود اور امام مہدی کے رتبہ پر فائز ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آئے ہیں۔ اور آپ نے اپنی جماعت کا نام احمدیہ جماعت رکھا تھا جسے ہمارے مخالفین قادیانی جماعت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اس پر انہوں نے سوال کیا کہ کیا احمدیوں کا کلمہ مسلمانوں سے الگ ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ ہمارا کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ وہ بزرگ کہنے لگے میں مردان کا رہنے والا ہوں کچھ عرصہ ہوا وہاں قادیانیوں کی مسجد کو گرا دیا گیا۔ چونکہ یہ سراسر غیر اسلامی فعل تھا اس لئے مجھے اس خبر سے بڑی سخت تکلیف ہوئی۔ میں اپنے قریب رہنے والے ایک مولوی صاحب کے پاس گیا اور ان سے دریافت کیا کہ قادیانیوں کی عبادتگاہ کو کیوں گرایا گیا ہے؟ مولوی صاحب بجائے جواب دینے کے مجھ پر ناراض ہو گئے اور بڑے غصے سے کہنے لگے مرزا قادیانی (نعوذ باللہ) دجال ہے کذاب ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کو اور اس کی جماعت کو ہم مسلمان نہیں مان سکتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب جبکہ آپ سے ملاقات ہو گئی ہے کیا میں امید رکھوں کہ آپ حقیقت حال پر روشنی ڈالیں گے؟ جونہی اس بزرگ کی بات ختم ہوئی ایک دوست کہنے لگے قادیانیوں کا مسئلہ پاکستان میں بہت اٹھا ہوا ہے حقیقت کیا ہے؟ اس کا ہمیں بھی علم نہیں ہے۔ ایک اور صاحب بولے ہم تو سمجھتے تھے کہ صدر ضیاء صاحب نے جن قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے وہ وضع قطع میں بھی غیر مسلم ہوں گے۔ لیکن یہ تو اچھے خاصے مسلمان نظر آتے ہیں۔ ایک صاحب کہنے لگے آپ کا اسم شریف کیا ہے؟ جب میں نے بتایا کہ میرا نام "بشیر احمد" ہے تو کہنے لگے لیجئے نام بھی اچھا خاصا مسلمانوں والا ہے۔ ایک صاحب کہنے لگے کیا آپ سچ مچ حاجی بھی ہیں؟ قلی آپ کو حاجی صاحب کہہ کر پکار رہا تھا۔ میں نے جواب میں کہا سچ مچ کا حاجی کون ہوتا ہے اسے تو آپ جانیں۔ البتہ میں نے ۱۹۶۷ء میں بیت اللہ شریف کا حج ضرور کیا ہے۔ اور حج کے بعد مدینہ بھی گیا ہوں اس لئے بفضل اللہ میں حاجی الحرمین ہوں۔

اس گفتگو کے بعد میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت احمدیہ کا تعارف کرایا۔ مسلمانوں کی اس وقت جو حالت تھی اس کی وضاحت کی اور بتایا کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں مسلمان اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو رہے تھے اور درد مند مسلمان اس وقت بڑی شدت کے ساتھ امام مہدی کا انتظار اور اس کی بعثت کے لئے دعائیں کر رہے تھے۔ ایسے وقت میں ہمیں ساری دنیا میں ایک ہی شخص نظر آتا ہے جو یہ اعلان کرتا ہے :-

مجھے خدا تعالیٰ کی پاک اور مطہر وحی سے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور اندرونی و بیرونی اختلافات کا حکم ہوں۔"

(اربعین)

نیز اس نے یہ بھی فرمایا ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا!

یہ اعلان کرنے والا کون تھا؟ اسلام کا خدمتگذار اور سیدنا حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہی تھے۔

مخبر صادق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئیگا جب مسلمانوں میں ایمانی روح نہیں رہیگی ایمان گویا ثریا ستارے پر چلا جائیگا قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا یعنی قرآن پڑھنے کے باوجود اس کا اثر قبول نہیں کریں گے۔ ان کی مساجد اگرچہ بہت عمدہ بنی ہوئی ہوں گی۔ لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ اور مسلمان یہود کے نقشِ قدم پر چلنے لگیں گے تب ان میں مسیح اور مہدی آئے گا۔ جو دوبارہ ایمان کو قائم کرے گا۔ اور اسلام کو پھر سے زندہ کرے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے مطابق یہ مبارک وجود ظاہر ہوا۔ اس نے اسلام کا دفاع کیا اور بتایا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے جو انسان کا تعلق خدا سے قائم کرتا ہے آپ نے اس کے ثبوت میں خدا تعالیٰ کی اس وحی کو پیش کیا جو آپ پر نازل ہوتی تھی۔ آپ نے خدا کو زندہ ثابت کیا اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زندہ نبی کے روپ میں پیش کیا۔ اور پاکباز لوگوں کی ایک جماعت قائم کی۔ جس کے مخلص افراد نے اپنے اموال بھی اسلام کے لئے خرچ کئے اپنی جانیں بھی اسلام کی آبیاری کے لئے دیں۔ عزتیں بھی قربان کیں۔ گالیاں بھی سنیں اور اذیتیں بھی برداشت کیں۔ مگر آہ! آج احمدی جماعت اور اس کے بانی کو پاکستان میں گالیاں دی جا رہی ہیں جس نے مختلف دلائل کے ذریعہ دشمنوں کی سرکوبی کر کے اسلام کا

بدل ڈالا گیا۔ آج احمدیوں کو پاکستان میں اپنے آپ کو مسلمان کہنے کی اجازت نہیں ... ان کی مسجدوں کو شہید کیا جا رہا ہے اور کلمہ طیبہ کے بیجز اپنے سینوں پر لگانے سے ... انہیں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ ... مساجد احمدیوں کو شہید کیا جا چکا ہے۔

کیا یہ اسوۂ رسول ہے جس پر مسلمان عمل کر رہے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ اسوۂ رسول پر عمل کرنے والی تو جماعت احمدیہ ہے کیونکہ جماعت احمدیہ کے ساتھ وہی سلوک کیا جا رہا ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ ہوا تھا۔ اور جماعت احمدیہ کی مخالفت کرنے والے مشرکین مکہ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر جو بشارتیں احمدیت کی ترقی کے لئے دے رکھی ہیں وہ یقیناً پوری ہوں گی اور احمدیت خدا کے فضل سے ایک دن تمام دنیا میں پھیل جائیگی۔

میری ان باتوں کو سن کر وہ بزرگ کہنے لگے کہ پھر مولوی صاحبان جو یہ کہتے ہیں کہ حدیثوں میں تیس دجالوں کے آنے کی خبر ہے اور یہ کہ رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا اور کذاب ہوگا اس کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا علماء ایک طرف کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور دوسری طرف کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آئیں گے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آئیں گے تو حضرت رسول کریم کے بعد نبی تو آ گیا۔ ہم کہتے ہیں آسمان سے کوئی نہیں آئے گا جو بھی آئے گا وہ امت محمدیہ میں سے آئے گا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہو کر آئے گا جو آپ کی شریعت پر عمل کرنے والا ہوگا۔

باقی رہا تیس دجالوں کی آمد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مسئلہ تو میں پہلے حضور کی حدیث بیان کرتا ہوں جو بخاری اور ابوداؤد میں اس طرح سے مروی ہے :-

سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ کَذَّابُوْنَ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ ثَلَاثُوْنَ دَجَّالُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ

احمدیت کا روشن اور تابناک مستقبل

آسمانی نوشتوں کے آئینہ میں

از محترم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری سابق ایڈیٹر بدر۔ قادیان

احمدیت کے بارہ میں ہم احمدیوں کا یہ ایمان اور پختہ یقین ہے کہ اس کا مستقبل نہایت درجہ تابناک اور روشن ہے۔ یہ نہ کوئی خوش فہمی ہے اور نہ محض خام خیالی بلکہ اس کے لئے ہمارے پاس آسمانی نوشتوں سے اخذ کردہ محکم دلائل اور اندرونی و بیرونی شواہد ہیں جن پر غور و تدبر کر کے ہر شخص ہمارے دعوے کی صداقت پرکھ سکتا ہے۔

سب سے پہلی اور واضح بات تو یہی ہے کہ احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ اسلام ہی کی حقیقی تصویر اور عملی تشریح و توضیح ہے جسے جماعت احمدیہ عصر حاضر میں نہ صرف ملک ہندوستان میں بلکہ اکناف عالم میں پیش کر رہی ہے۔ یہ وہی دلآویز تصویر ہے جسے آج سے پندرہ سو سال پہلے آقائے نامدار حضرت پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے سب سے پہلے عربوں کے سامنے پیش کیا اور بعد میں آنے والے مسلمانوں نے ساری دنیا میں پھیلایا اسی کی برکت سے مسلمانوں نے جہاں روحانی طور پر عروج پایا بلکہ اُن کے ذریعہ دنیا کے مختلف حصوں میں محکم حکومتیں بھی قائم ہو گئیں جہاں گئے اپنے علم اور ثقافت کی نہ مٹنے والی مہریں ثبت کر گئے۔

—(۲)—

موجودہ زمانہ میں اُمتِ محمدیہ جس طرح کے ابتر حالات سے گزر رہی ہے، اسلام سے متعلق کامل علم رکھنے والوں کے لئے ایسے حالات پریشان کن اور فکر انگیز تو ضرور ہیں لیکن مایوس کن ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ ان کی نظر ہمیشہ خدائی وعدوں پر رہی ہے جن میں سے اوّل نمبر پر سورۃ الحجر میں مذکور یہ وعدہ ہے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (آیت ۱۰)

یعنی ہم نے ہی قرآن کریم (یا اسلام) کو اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی کریں گے چنانچہ گزشتہ بارہ صدیوں میں مبعوث ہونے والے مجددین کرام اپنے اپنے وقت پر اسلام کی یہی خدمت بجالاتے رہے اس لئے چودہویں صدی میں پہلے سے بھی جو ابتر حالات پیدا ہوئے وہ بتاتے ہیں کہ اس وقت بھی ضرور خدا کی قدرت اپنا کرشمہ دکھا سکے گی۔ نہ صرف یہ بلکہ حسب وعدہ الٰہی امام مہدی اور مسیح موعود کے مبارک وجود کے ذریعہ تکمیل اشاعت دین اور اسلام کے روحانی غلبہ کا وہ وعدہ بھی بڑی شان کے ساتھ پورا ہوگا جس کا ذکر کلام اللہ میں حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

”هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ“۔

(سورۃ صف، آیت ۱۰)

یہ آیتِ کریمہ قرآن کریم میں تین مقامات پر آئی ہے۔ چنانچہ سورۃ صف کے علاوہ سورۃ فتح رکوع ۴ اور سورۃ توبہ رکوع ۵ میں بھی اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ ترجمہ اس مشترکہ آیتِ کریمہ کا یہ ہے کہ وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دیکر بھیجا تا کہ اس کو تمام دوسرے دینوں پر غالب کرے۔

یہ آیت کریمہ ببانگ بلند اس امر کا اعلان کر رہی ہے کہ اسلام پر ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے جب اسے دُنیا کے تمام دوسرے ادیان پر دلائل اور براہین کے ذریعہ روحانی غلبہ اور تفوق حاصل ہوگا۔ تمام مفسرین اس امر پر متفق ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ امام مہدی اور مسیح موعود کے زمانہ سے متعلق ہے۔ مراد یہ ہے کہ اسلام کو ایسا روحانی غلبہ امام مبارک وجود کے ذریعہ حاصل ہونے والا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہو، کہ آپؐ ہی کے دیئے ہوئے نام امام مہدی اور مسیح موعود کے ساتھ چودہویں صدی میں مبعوث ہوگا۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ آنے والا امام مہدی اور مسیح موعود اپنے وقت پر آچکا اور اس کے ذریعہ سے اسلام کے تابناک اور روشن مستقبل کی عمارت بھی مستحکم بنیادوں پر اُستوار کر دی گئی۔ اس لئے جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ احمدیت کا مستقبل تابناک اور روشن ہے تو اس کی بنیاد وہ آسمانی نوشتے ہیں جن میں سے سورت صف، سورۃ توبہ اور سورۃ الفتح کی مذکورہ بالا مشترکہ مضمون رکھنے والی آیتِ کریمہ بھی ایک ہے چونکہ یہ خدائی وعدہ ہے اس لئے اس کا پورا ہونا حتمی اور یقینی ہے۔ یہ جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

—(۳)—

کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والے مسلمانوں کے دوسرے بھی تو فرقے، جماعتیں اور تنظیمیں موجود ہیں وہ بھی تو اسی قسم کا دعویٰ کر سکتے ہیں اور کرتے بھی ہیں پھر کیونکر سمجھا جائے کہ ان کے مقابلہ میں احمدیت ہی کا مستقبل زیادہ روشن اور تابناک ہے اور ان کا نہیں؟

سو واضح ہو کہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والے دوسرے تمام فرقے، جماعتیں یا تنظیمیں اُس آسمانی تائید اور نصرت سے یکسر محروم اور بے نصیب ہیں جو اسلام کا طرّۂ امتیاز ہے۔ ہماری مراد حضرت امام مہدی علیہ السلام کی مؤید من اللہ قیادت سے ہے۔ اور یہ صرف اور صرف احمدیہ جماعت کو حاصل ہے جبکہ دوسرے فرقہ ہائے اسلامی یا تو اس روحانی وجود کی ضرورت کا سرے سے انکار ہی کر رہے ہیں اور اُس کی جگہ اپنے علماء کو رہبری کے لئے کافی سمجھ رہے ہیں۔ اور جو انکاری نہیں وہ بھی محض انتظار میں ہی دن گذار رہے ہیں۔ ان کی حالت پہلے گروہ سے زیادہ قابلِ رحم ہے کیونکہ ایک طرف تو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں میں روحانی، اعتقادی اور عملی فساد اور بگاڑ اس حد کو پہنچ چکا ہے کہ کسی آسمانی وجود کے ذریعہ ہی انہیں راہ راست پر لایا جا سکتا ہے مگر وہ کب آئے گا اس بارہ میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ انتظار بھی کیسی بے معنی ہے جو صحیح وقت معالج آنے کا تھا اُس وقت تو نہ آیا بعد میں آنے کا کیا فائدہ؟ تب تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ سو

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم! تیرے ایسے پیار پر

اس کے برعکس جماعت احمدیہ مسلمانوں میں واحد جماعت ہے جس کو تقدیر کے نوشتوں کو پڑھنے اُس کے اشاروں کو سمجھنے کی سعادت اور علم بخشا گیا۔

مقدس بانی اسلام حضرت پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے ذریعہ اور اپنے روح پرور کلمات طیبات کے ذریعہ اُمت محمدیہ کے زوال کے وقت جس مسیحا کے آنے کی، جس امام مہدی کے ظہور فرما ہونے کی خوشخبریاں دے رکھی تھیں، ٹھیک وقت پر آپ ہی کے ایک اُمتی کو خدا کی قدرتِ کاملہ نے سرزمین ہند سے قادیان کی مبارک بستی سے کھڑا کر دیا۔ آپ سے الہاماً بتایا گیا کہ

یُحْیِ الدِّیْنَ وَیُقِیْمُ الشَّرِیْعَةَ

کہ تو ہی وہ وجود ہے جو دینِ اسلام کو پھر سے زندہ کرے گا اور اسلامی شریعت کا قیام صحیح بنیادوں پر عمل میں لائے گا۔

مقدس بانی سلسلہ احمدیہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ۱۸۶۹ء میں خدا تعالیٰ سے الہام کی بنا پر ماموریت کا دعویٰ فرمایا پھر آپؑ ہی کو امام مہدی اور مسیح موعود بھی بنایا گیا۔ آپ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں میں ایسی جماعت قائم کر دی جو مسلمانوں کے بگاڑ کے وقت اسلام کو پھر سے اُس کی اصل شکل میں دُنیا کے سامنے پیش کرنے کی سعادت پا رہی ہے اور اُن تمام بنیادی کاموں کو روبہ عمل لا رہی ہے جو اسلام کو دیگر مذاہبِ عالم کے مقابل میں روحانی طور پر نمایاں اور ممتاز کرنے والے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ تمام دُنیا احمدیوں میں اسلام کا وہ عملی نمونہ دیکھ رہی ہے جو اس وقت دنیا سے مفقود ہو چکا تھا۔ یہ وہی نمایاں خصوصیت ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی نازل ہونے پر حضورؐ کو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ دُنیا کی اصلاح کا جو عظیم القدر کام آپ کے سپرد ہوا ہے بالیقین آپ اس میں کامیاب و کامران ہوں گے اس لئے کہ آپ کے اندر وہ بنیادی صلاحیتیں اور اخلاقِ فاضلہ بدرجہ اتم موجود ہیں جو اس وقت دُنیا سے مفقود ہو چکے ہیں۔ اس لئے اسی پس منظر میں اور آسمانی نوشتوں کی روشنی میں کہنے دیجئے کہ جو جماعت اسلام کے اسی درخشندہ عملی نمونہ کو پھر سے دُنیا میں قائم کرنے کی سعادت پا رہی ہے بلاشبہ اُسی جماعت کا مستقبل بھی نہایت درجہ تابناک اور روشن ہے اور کوئی نہیں جو اس بات کو جھٹلا سکے۔

—(۴)—

اسی سلسلہ میں ایک اور بات جو ملحوظِ خاطر رکھی جانی نہایت ضروری ہے وہ سورۃ مجادلہ کی حسب ذیل آیاتِ کریمہ سے مستنبط ہوتی ہے۔ اس سورت کے تیسرے رکوع میں آیت ۲۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ

اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝

اس کی اگلی اور سورت کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آیت ۲۳)

دونوں مذکورہ آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ اللہ یقیناً طاقتور اور غالب ہے۔ سن رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہوا کرتا ہے۔

چونکہ جماعت احمدیہ موجودہ زمانہ میں خدا کے اسی مامور اور مرسل پر ایمان رکھتی ہے جسے اس زمانہ میں اسلام کی سربلندی اور احیاء دین کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ اس لئے ایسے ربانی وجود کی جماعت کا مستقبل بلاشبہ روشن اور تابناک ہے اس کے لئے قرآن کریم کی مذکورۃ الصدر آیات ایک ناقابل تردید کا رنٹی مہیا کرتی ہے۔ دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ آج تک جو بھی خدا کا فرستادہ نوع انسان کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوا، باوجود شدید مخالفتوں کے وہ اپنے مشن میں کامیاب و کامران ہوا۔ اور اس زمانہ میں امام مہدی علیہ السلام کی جماعت، جماعت احمدیہ ان کامیابیوں کو حاصل کر رہی ہے اور آئندہ بھی حاصل کرتی چلی جائے گی۔ تا آنکہ وہ اسی نقطۂ عروج کو پالے جو اسلام کے لئے ازل سے مقدر ہے۔

(۵)

سورت فرقان کے پانچویں رکوع میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام سچے متبعین کو مخاطب کر کے فرماتا ہے :۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَۃٍ نَّذِیْرًا ۝ فَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَجَاھِدْھُمْ بِہٖ جِھَادًا کَبِیْرًا۔

(آیت ۵۲ و ۵۳)

یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ہوشیار کرنے والا نبی یا مامور بھیج دیتے (مگر اللہ تعالیٰ کی مصلحت نے یہی تقاضا کیا کہ چیدہ چیدہ مقامات پر ہی مخصوص وقتوں میں اس کے مامور آتے ہیں) اس لئے تم منکروں کی بات ہرگز نہ ماننا بلکہ قرآن پاک کے ذریعے نوع انسان کی اصلاح و تربیت کے لئے اپنی تمام تر جدوجہد وقف کر دینا۔

اسی کے ساتھ سورۃ حٰم سجدہ کی حسب ذیل آیات پر بھی غور کیا جانا ضروری ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ قَوْلًا

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (آیت ۳۴)

وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ (آیت ۳۶)

یعنی اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور خود بھی ایمان کے مطابق عملی زندگی گذارتا ہے اور سب سے یہی کہتا ہے کہ میں تو فرمانبرداروں میں سے ہوں۔"

قرآن کریم کی تبلیغ و اشاعت زبانی بھی اور تحریری بھی ساتھ ہی ساتھ ہر داعی اور مبلغ کا اپنا ایسا عملی نمونہ بھی جو دوسروں پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جو شخص بھی ان باتوں پر ٹھنڈے دل سے بالطبع ہو کر غور کرے گا اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کی عملی جدوجہد اور ان کے مشاغل اور پھر تاریخ کا تقابلی موازنہ کرے گا وہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آج سوائے جماعت احمدیہ کے اور کوئی دوسرا اسلامی فرقہ یا جماعت اجتماعی طور پر تبلیغ دین کی ایسی خدمات بجا لانے سے یکسر محروم اور بے نصیب ہے۔ آج یہ بات ایک کھلی حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آچکی ہے کہ جماعت احمدیہ ہی وہ واحد جماعت ہے جو قرآن کریم کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع کر کے ایسی زبانیں بولنے اور سمجھنے والوں تک کلام اللہ کو پہنچانے کی سعادت پا رہی ہے۔ خدا کا شکر ہے جماعت کی ان نیک مساعی کے نتیجہ میں آج لاکھوں نفوس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر نہ صرف حلقہ بگوش اسلام ہو چکے اور ہو رہے ہیں بلکہ وہ اسلام کے ایسے ہی فدائی اور شیدائی بن رہے ہیں جیسا کہ کوئی مخلص اور مسلمان گھرانے میں پیدا ہو کر اسلام کے دعوتی فریضہ کی اہمیت کو سمجھتا اور اس کے عملی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

خدا کا یہ بھی شکر ہے کہ اپنے موجودہ امام ہمام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آج جماعت احمدیہ کا ہر فرد ہی حسب توفیق داعی الی اللہ بن جانے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔ درآنحالیکہ دوسرے مسلمان یا تو اس اہم دینی خدمت سے یکسر غافل پڑے ہیں یا وہ دنیاداری کے دوسرے کاموں میں ایسے لگے ہوئے ہیں کہ انہیں اس طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ اب اس تقابلی موازنہ سے آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ روشن اور تابناک مستقبل کس جماعت کا ہے۔ وہ جو خدا کے دین کے منادی بن کر ساری دنیا میں پھیل رہے ہیں یا وہ جو اس طرف نہ توجہ دیتے ہیں اور نہ ہی اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ جب افراد جماعت احمدیہ بقول قرآن مجید حِزْبُ اللّٰہِ بن گئے تو ان کا کامیاب و کامران ہونا یقینی اور لابدی ہے اور اسی سے ان کے مستقبل کی تابناکی ظاہر و باہر ہے۔

―――――

مذکورہ بالا چند سطور میں ہم نے قرآن کریم، احادیث نبویہ اور بزرگان سلف کے حوالوں کی روشنی میں یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ جماعت احمدیہ کا یہ دعویٰ کہ اس جماعت کا مستقبل روشن اور تابناک ہے واقعاتی طور پر درست اور صحیح ہے جس کے نمایاں آثار چشم بینا خود مشاہدہ کر سکتی ہے۔ اب آخر میں ہم مقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے اپنے الفاظ میں جو گویا آسمانی نوشتوں کا خلاصہ ہے اور آپ پر ظاہر کئے گئے عالم الغیب خدا کی پیشگوئیوں پر مشتمل متعدد اعلان ہے، قارئین کرام کے مطالعہ اور فیصلہ کے لئے نقل کرتے ہیں۔ یہ اعلانات آج سے اسی پچاسی برس قبل کے ہیں ان کا ایک ایک فقرہ، ایک ایک نکتہ ہر دانشمند کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ کیا کوئی ہے جو ٹھنڈے دماغ سے سوچے اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرے!!

مقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ۔ مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

ایک اور مقام پر حضور نے دنیا کے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا :۔

"اے لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔

اب اگر مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان۔ کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ پس خدا کی طرف سے یہ نشان ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اترے اور فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوں اس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔

یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی (باقی صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

اسلام اور مذہبی رواداری

از محترم مولوی حکیم محمد دین صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان

خدا تعالیٰ نے اسلام کو اپنے حسن تام کی تجلیات کا مظہر بنا کر اس کے حسن صداقت کی کشش سے دنیا کو دعوت اسلام دینے کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا۔ چنانچہ اس کی تعلیم اس حقیقت کی آئینہ دار ہے۔ قرآن مجید یہ اعلان کرتا ہے :۔

" لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ "

یعنی دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ہدایت و گمراہی میں خدا تعالیٰ نے نمایاں فرق کر کے دکھا دیا ہے پس جو سمجھنا چاہے وہ دلیل سے سمجھ سکتا ہے۔ اس پر جبر نہیں کرنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک کامل دین صرف اسلام ہے اس نے اس پر ایمان لانے یا انکار کرنے پر اختیار دیا ہے۔ تا کہ ہر انسان اپنی خداداد عقل سلیم کے ترازو سے طریق ہدایت کا آزادانہ انتخاب کر سکے۔

دوسرے مذاہب کے تعلق سے اسلام کا رویہ !

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہر مذہب والوں کا معمول تھا کہ جب تک غیر مذاہب والوں کو کلی طور پر جھوٹا ثابت نہ کر لیا جائے، اپنے مذہب کی سچائی ثابت نہیں ہو سکتی۔ مگر اسلام نے اس نظریہ کو غلط قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسلام جہاں اپنی خوبیوں کو پیش کرنے کا حکم دیتا ہے وہاں اس نے واضح طور پر یہ تعلیم دی ہے کہ کسی دوسرے کی خوبی کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تمام مذاہب کا سرچشمہ ایک ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ (سورۃ بقرہ رکوع ۱۴) کہ یہود کہتے ہیں نصاریٰ میں کوئی خوبی نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود میں کوئی خوبی نہیں حالانکہ وہ دونوں ایک ہی کتاب پڑھنے والے ہیں۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ جو کہتا ہے کہ دوسرے مذہب میں کوئی خوبی نہیں وہ ایک طرف اپنی نابینائی کا مظاہرہ کرتا ہے اور دوسری طرف وہ دنیا کو اپنا غلط نمونہ پیش کر کے سچائی کے راستہ میں بے جا تعصب کو حائل کرتا ہے۔ اس آیت کی روشنی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی ہے جس سے آپ نے تمام اقوام کے دل رکھ لئے ہیں اور دوسری طرف سچائی کی کشش سے قلوب کے متاثر ہونے کی راہ ہموار کر دی ہے۔

اسلام نے یہ تلقین بھی کی ہے کہ کسی مذہب کے ماننے والوں کے بارہ میں یہ نہ کہو کہ وہ اپنے مذہب کو دھوکہ اور فریب سے مانتے ہیں۔ اگرچہ کہ سابقہ مذاہب اپنی اصلیت پر برقرار نہیں رہے تاہم وہ خوبیوں سے مطلق خالی نہیں ہیں ان کے ماننے والوں میں سے اکثر انہیں دل سے سچا سمجھ کر مانتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں یہودیوں کے متعلق آتا ہے کہ ان میں سے بعض ایسے امانت دار ہیں کہ اگر ان کے پاس ڈھیروں ڈھیر مال بھی بطور امانت رکھا جائے تو وہ اس میں خیانت نہیں کریں گے (آل عمران ع ۸) اور عیسائیوں کے متعلق قرآن میں آتا ہے کہ ان میں سے بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا ذکر سن کر رونے لگ جاتے ہیں۔ اور خشیت سے ان کے دل بھر جاتے ہیں (مائدہ ع ۱۱) پھر کیا ایسے لوگ اپنے مذہب کو فریب سے ماننے والے ہو سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں۔ پھر اسلام نے تعلیم دی ہے کہ دوسری قوم سے بحث ہو تو جوش میں آ کر گالیوں پر نہ اتر آؤ۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ (انعام ع ۱۳) یعنی جب تم دوسری قوموں سے بحث یا تبادلہ خیال کرو تو ہستیاں جنہیں تم نہیں مانتے خواہ انہیں خدا کے مقابلہ میں پیش کیا جا رہا ہے پھر بھی انہیں برا بھلا نہ کہو۔ ورنہ وہ بھی اس خدا کو گالیاں دینے لگ جائیں گے جسے تم مانتے ہو۔ غرض یہ طریق کار اختیار کرنے سے تم اپنے خدا کو گالیاں دلوانے کا موجب بن جاؤ گے۔ یہ نکتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو یوں سمجھایا تھا کہ حضورؐ نے فرمایا۔ اے لوگو اپنے باپوں کو گالیاں نہ دو۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ! کیا کوئی ایسا بھی ہو گا کہ اپنے باپ کو گالی دے۔ آپؐ نے فرمایا جب تم کسی کے باپ کو گالی دیتے ہو تو گویا تم اپنے باپ کو خود گالی دلواتے ہو۔

اسلام نے غیر مذہب والوں کو بھی حریت ضمیر عطا کی ہے۔ جیسا کہ اس نے تعلیم دی ہے کہ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا (بقرہ ع ۲۴) یعنی تم ان سے جنگ کرو جو تم پر حملہ آور ہوئے ہوں گویا مذہب کے اختلاف سے کسی پر حملہ جائز قرار نہیں دیا۔ اس آیت سے صاف واضح ہے کہ خواہ کسی کا کوئی مذہب ہو اس کی وجہ سے دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسے مارے یا نقصان پہنچائے۔

غیر مسلم اقوام سے معاہدات کے تعلق سے اسلام نے تعلیم دی ہے کہ خواہ کسی قوم سے عہد ہو۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ تم اسے نہ توڑو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ (انفال ع ۷) یعنی اگر کوئی قوم عہد توڑ دے تو اسے بتا دینا چاہیئے کہ تم نے عہد توڑ دیا ہے۔ اب ہم پر بھی عہد کی پابندی نہیں۔ اور یوں ہی بلا نوٹس ان پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ابو سفیان صلح حدیبیہ کے بعد مکہ میں آیا۔ اس نے کہا میں نئے سرے سے معاہدہ کرتا ہوں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو سفیان ! تم نے یہ اعلان اپنی طرف سے کیا ہے۔ میں نے نہیں کیا۔ اس طرح حضورؐ نے بتا دیا کہ اب چونکہ تم اپنے معاہدہ کو ختم کر چکے ہو۔ اب ہم اس کے پابند نہیں رہے۔ آجکل تو متمدن حکومتیں ایک طرف یہ اعلان کرتی ہیں کہ ہمارے فلاں ملک سے ایسے مستحکم تعلقات ہیں جو پہلے کبھی نہیں تھے۔ پھر دھوکہ سے حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ حضورؐ نے مسلم اور غیر مسلم کے تمدنی حقوق ایک جیسے قرار دیئے ہیں۔ حالانکہ آپؐ سے پہلے یہودی شریعت میں حکم تھا کہ صرف یہودیوں سے سود نہ لو دوسروں سے لے لیا کرو (استثنا باب ۲۳/ ۱۹-۲۰ و احبار باب ۲۵/ ۳۵-۳۷)۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودیوں۔ عیسائیوں۔ مسلمانوں میں سے کسی سے بھی سود نہ لو۔ یعنی سب سے یکساں سلوک کرو (بقرہ رکوع ۳۸)

اور اسی طرح حضورؐ نے تمدنی سلوک کے بارہ میں مسلم و غیر مسلم کا فرق اڑا دیا اور جہاں اسلامی حکومت ہو وہاں حضورؐ نے تعلیم دی ہے کہ مسلمانوں پر زیادہ بوجھ رکھا جائے۔ اور غیر مسلموں پر کم۔ چنانچہ اسلامی تعلیم کی رو سے

(۱) مسلمان لڑائی میں شامل ہوں۔

(۲) پیداوار کا دسواں حصہ یعنی عشر ادا کریں۔ (۳) زکوٰۃ دیں۔ لیکن غیر مسلم کے لئے صرف ۲/۱ کے قریب ٹیکس رکھا گیا جو مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ پھر لڑائی میں انہیں آزادی دی گئی ہے۔ البتہ مسلمانوں سے اجازت لیکر وہ لڑائی میں شامل ہو سکتے ہیں غرضیکہ غیر مسلموں کے متعلق اسلام کے بارے احکامات ایسی رواداری کی تعلیم پر مشتمل ہیں جن کی مثال دنیا کا کوئی اور مذہب پیش نہیں کر سکتا۔

حضورؐ کا غیر مسلموں سے رواداری کے سلوک کا عملی نمونہ !

(۱) ۔ غیر اقوام کے نیک انسانوں کا احترام :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رواداری کی بے نظیر مثال قائم کی ہے۔ چنانچہ جب طے قبیلہ سے جنگ ہوئی تو کچھ مشرک بطور قیدی پکڑے آئے۔ ان میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ جانتے ہیں کہ میں کس کی بیٹی ہوں۔ اس نے کہا میں اس شخص کی بیٹی ہوں جو مصیبتوں کے وقت لوگوں کے کام آیا کرتا تھا۔ یعنی حاتم طائی کی۔ وہ مسلمان نہ تھا لیکن چونکہ وہ لوگوں سے اچھا سلوک کرتا تھا اس لئے اس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی کو آزاد کر دیا۔ اور اس کا بھائی جو گرفتاری کے خوف سے بھاگا ہوا تھا آپؐ نے اسی وقت اسے روپیہ اور سواری دیکر کہا کہ جا کر اپنے بھائی کو بھی لے آؤ۔ چنانچہ وہ گئی اور اسے لے آئی۔ اس پر اس سلوک کا ایسا اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ اسی طرح آپؐ نے اس کی سفارش پر اس کی ساری قوم کی سزا کو بھی معاف کر دیا۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۷) غیر مذہب والوں سے اسی حسن سلوک کا نتیجہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جب لوگوں کے اکسانے سے مخالف قبیلہ

بغاوت میں شامل ہو گئے تو حاتم طائی کے بیٹے نے اپنی قوم کو سمجھایا اور دوبارہ اُن کی بیعت کرائی۔

۲۔ دوسری مثال نصارئ نجران کا واقعہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُلوہیتِ مسیح کی تائید میں بحث کرنے کے لئے آیا۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ لوگ شرک کی تائید کے لئے آئے تھے جب اُن کی عبادت کا وقت آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجد نبویؐ میں اپنے طریق پر عبادت کرنے کی اجازت دیدی اور انہوں نے سب کے سامنے مشرق کی طرف مُنہ کر کے نماز ادا کی۔ (زاد المعاد۔ جلد ۲ صفحہ ۳۵۔ سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۲۰۹)

رواداری کرنے والے ایسے رسول کے بارہ میں جو لوگوں کی جانیں لینے اور ظلم کرنے کے اتہامات لگاتے ہیں۔ وہ اپنی مقدس ترین مسجد جسے اس نے آخر المساجد قرار دیا ہے اور جس میں نماز پڑھنا دوسری مساجد کی نسبت بہت زیادہ ثواب کا مستحق بناتا ہے اس مسجد میں اپنی موجودگی میں توحید کا سب سے بڑا علمبردار ہونے کے باوجود عیسائیوں کو جو صلیبیں رکھکر عبادت کرتے ہیں عبادت کرنے کی اجازت دیتا ہے کہ کیا حرج ہے بے شک تم عبادت کرو۔ آج بڑے بڑے رواداری کے مدعی اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتے۔ البتہ ہماری جماعت کے امام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایسا نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں دُنیا کے سامنے رکھا کہ مسجد احمدیہ لنڈن کی بنیاد رکھتے ہوئے اعلان فرمایا کہ

"یہ مسجد صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے تاکہ دُنیا میں خدا تعالیٰ کی محبت قائم ہو اور لوگ مذہب کی طرف جس کے بغیر حقیقی امن اور حقیقی ترقی نہیں ہو سکتی متوجہ ہوں اور ہم کسی شخص کو جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہے ہرگز اس میں عبادت کرنے سے نہیں روکیں گے۔ بشرطیکہ وہ ان قواعد کی پابندی کرے جو اُس کے منتظم اس کے انتظام کے لئے مقرر کریں اور بشرطیکہ وہ ان لوگوں کی عبادت میں مخل نہ ہو جو اپنی مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اس مسجد کو بناتے ہیں۔" (الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۵)

۳۔ غیر مسلموں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رواداری کے سلوک کی دوسری مثال یہ ہے کہ حضورؐ نے اپنے ہمسایوں سے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کے ہوں اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس کے بارہ میں حضورؐ اتنا زور دیتے تھے کہ صحابہؓ ہر وقت اس کی پابندی کو ملحوظ رکھتے تھے چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ ایک دفعہ گھر آئے تو دیکھا کہ کہیں سے اُن کے ہاں گوشت آیا ہوا ہے۔ انہوں نے گھر والوں سے پوچھا کہ یہودی ہمسائے کو گوشت بھیجا ہے یا نہیں۔ اس بات کو آپؓ نے اتنی دفعہ دُہرایا کہ گھر والوں نے کہا۔ آپ اس طرح کیوں کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا ہے کہ جبرئیل نے اتنی دفعہ مجھے ہمسایہ کے حق کی تاکید کی کہ میں نے سمجھا شاید اُسے وراثت میں شریک کر دیا جائیگا۔

۴۔ حضورؐ غیر مذاہب والوں کے احساسات کا بے حد خیال رکھتے تھے ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے کسی یہودی نے کہہ دیا کہ مجھے موسیٰؑ کی قسم جسے خدا نے سب نبیوں پر فضیلت دی ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ جیسے نرم دل کو بھی غصہ آگیا اور آپؓ نے اُس یہودی کو طمانچہ مار دیا۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نے حضرت ابوبکرؓ جیسے انسان کو زجر کی۔ اُس وقت مسلمانوں کی حکومت تھی۔ ایک طرف آپؐ کا سب سے مقرب صحابی ہے دوسری طرف یہودی ہے جو ایسی طرز سے کلام کرتا ہے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فضیلت دیتا ہے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو ڈانٹا اور فرمایا کہ تم نے ایسے کیوں کیا؟ اُسے حق ہے کہ جو چاہے عقیدہ رکھے۔

۵۔ فتح خیبر کے موقعہ پر ایک یہودی عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ نے صرف ایک ہی لقمہ کھایا تھا کہ آپؐ پر وحی نازل ہوئی کہ اس میں زہر ہے۔ آپؐ نے اُس عورت کو بُلایا اور اُس سے کہا کہ اس کھانے میں تو زہر ہے اُس نے کہا آپ کو کس نے بتایا۔ آپؐ کے ہاتھ میں اُس وقت بکری کا دست تھا آپؐ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اِس ہاتھ نے مجھے بتایا ہے۔ یہودن نے کہا۔ میں نے یہ زہر اس لئے ملایا تھا کہ اگر آپ واقعہ میں خدا تعالیٰ کے سچے نبی ہیں تو آپ کو یہ بات معلوم ہو جائے گی اور اگر جھوٹے ہیں تو دُنیا کو آپ کے وجود سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ مگر باوجود یہ کہ اُس عورت نے آپ کو زہر سے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اور واقعہ میں کی تھی۔ جس کے نتیجہ میں ایک صحابیؓ جو کھانے میں شریک تھا۔ بعد میں فوت ہو گیا۔ مگر آپ نے اُسے کوئی سزا نہ دی یہ اتنا بڑا حسنِ سلوک ہے اور ایسے دشمن سے ہے جس نے آپؐ کے جان نثار صحابیؓ کی جان لی اور خود آپؐ کو بھی ہلاک کر کے اسلام کو بیخ و بُن سے اُکھاڑنا چاہا۔

(۶)۔ آپؐ کے سلوک کی چھٹی مثال یہ ہے کہ جب حضورؐ جنگ پر جاتے تو سپاہیوں کو خاص طور پر حکم دیتے کہ کسی قوم کی عبادت گاہیں نہ گرائی جائیں اُن کے مذہبی پیشواؤں کو نہ مارا جائے عورتوں پر اور بوڑھوں پر اور بچوں پر حملہ نہ کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے رواج تھا کہ پادریوں اور راہبوں کو مار ڈالا جاتا تھا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قطعی طور پر روک دیا۔ آپؐ نے فرمایا جو تلوار لے کر تمہارے مقابلے پر آئے اسے تو بے شک مارو لیکن جو لوگ مذہبی کاموں میں مصروف رہتے ہیں ان کو کچھ نہ کہو۔ ممکن ہے اس موقعہ پر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر اسلام غیر مذاہب کے متعلق ایسی ہی روادارانہ تعلیم کا حامل ہے تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدنی زندگی میں کفار کے مقابلہ میں کیوں تلوار اُٹھائی؟ سو اس کے متعلق یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے مقابلہ میں تلوار اُٹھانی پڑی مگر آپؐ کا یہ تلوار اُٹھانا محض دفاعی طور پر تھا۔ جب عرب کے کفار نے تلوار کے زور سے اسلام کو مٹانا چاہا۔ اور برابر تیرہ سال تک وہ ہر قسم کے مظالم سے کام لے کر مسلمانوں کو اُن کے دین اور مذہب سے منحرف کرنے کی کوشش کرتے رہے تو آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ اب ان کفار کے مظالم کا جنہوں نے تلوار سے اسلام کو مٹانا چاہا ہے۔ جواب دیا جائے تاکہ دین اور مذہب کی اشاعت کے رستہ میں انہوں نے جو روکیں پیدا کر رکھی ہیں وہ دُور ہوں۔ پس یہ جنگیں محض دفاعی اور دشمن کے ظالمانہ حملوں کے جواب میں تھیں۔ چنانچہ اسلام نے صاف طور پر کہہ دیا کہ تم صرف اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور اُسی وقت تک لڑو جب تک وہ تم سے لڑتے ہیں (البقرہ ع ۲۴)

جو لوگ اسلام پر نکتہ چینی کرتے اور کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا تھا تو تلوار چلانے والے اس کے پاس کہاں سے آگئے اور جس مذہب نے ایسے تلوار چلانے والے دھنی پیدا کر لئے تھے کہ جنہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر کے سارے ملک کی مخالفت کے باوجود اسے دُنیا میں قائم کر دیا۔ اُس مذہب کے لئے کیا یہ مشکل تھا کہ وہ دلائل کے زور سے دوسرے لوگوں سے بھی اپنی صداقت منوا لیتا۔ مگر وہ عیسائی مستشرق جو اسلام کو تلوار کا مذہب قرار دیتے ہیں۔ خود اُن کی اپنی کتابوں میں کیا تعلیم دی گئی ہے اور ان کے مسلمہ انبیاء اس اصل کے ماتحت کہاں تک راستباز اور صادق سمجھے جا سکتے ہیں جن کے مقابلہ میں نہ تو اسلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ کہتا ہے کہ

"تو جارحانہ طور پر کسی ملک میں گھس جا اور اُس قوم کو تہ تیغ کر دے۔"

(استثناء باب ۲۰ آیت ۱۰ تا ۱۸)

اور نہ وہ اُس زمانہ کی بگڑی ہوئی مسیحیت کی طرح ببانگ بلند یہ کہتا ہے کہ

"اگر کوئی تیرے ایک گال پر تھپڑ مارے تو تو اپنا دوسرا گال بھی اُس کی طرف پھیر دے۔"

اور اپنے ساتھیوں کے کان میں یہ کہتا ہے کہ

"تم اپنے کپڑے بیچ کر بھی تلوار خرید لو"

(لوقا باب ۲۲ آیت ۳۶)

بلکہ اسلام وہ تعلیم پیش کرتا ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے اور جو امن و صلح کے قیام کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ

"تو کسی پر حملہ نہ کر لیکن اگر کوئی دشمن تجھ پر حملہ کرے اور اس کا مقابلہ نہ کرنا فتنہ کے بڑھانے کا موجب نظر آئے اور راستی اور امن اس سے مٹتا ہو تب تو اس کا مقابلہ کر۔"

اب بتاؤ کیا یہ ظالمانہ تعلیم ہے؟ یہی وہ تعلیم ہے جس پر عمل کر کے دنیا میں امن اور صلح قائم ہو سکتی ہے۔ اس قسم کے واضح احکامات کی موجودگی میں اسلام پر یہ الزام لگانا کہ وہ غیر مسلموں سے روادارانہ سلوک کا حامی نہیں اور یہ کہ وہ تلوار کے زور سے دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنا جائز سمجھتا ہے۔ دشمنانِ اسلام کی انتہائی جسارت اور اُن کی انتہائی کا جیتا جاگتا مظاہرہ ہے۔!

بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں

کتبِ سماوی کی بشارات

از محترم مولوی عبدالحق صاحب فضل نائب ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان

سید الانبیاء و خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سینکڑوں اور ہزاروں سال قبل کتب سماوی میں شخصیت پُرنور کے متعلق عظیم الشان پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں جن میں سے حسب گنجائش بعض پیشگوئیوں درج ذیل ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک شرعی نبی کا ظہور

اذن الٰہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا:-

"میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لونگا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔"

(استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸تا۲۰)

بائیبل کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک نئے صاحب شریعت نبی کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت نبی تھے آنے والا نبی آپ کی مانند ہوگا۔ پھر یہ کہ سب باتیں جو اسے کہی جائینگی وہ لوگوں سے بیان کرے گا۔ یہ علامت بھی تشریعی نبی کی ہے۔ غیر تشریعی نبی جو پہلی شریعت کا شارح ہوتا ہے۔ اس کے لئے ایسا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ اس کی بعض باتیں ذاتی بھی ہوسکتی ہیں۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ موعود نبی اپنی تعلیم کو خدا کا نام لے کر دنیا کے سامنے پیش کرے گا۔ اور جو لوگ اس کی تعلیم کو نہ سنیں گے ان کو سزا دی جائے گی۔

پیشگوئی کے یہ تمام اجزاء ثابت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اس پیشگوئی کو پورا کرنے والا نبی دنیا میں کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔ خود حضرت مسیحؑ بھی اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ثابت ہوتے کیونکہ:-

اوّل — یہ ایک صاحب شریعت نبی کے متعلق پیشگوئی ہے مگر وہ خود کہتے ہیں کہ "یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب کو منسوخ کرنے آیا ہوں میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔" (متی باب ۵ آیت ۱۷)

پس مسیح خود کسی شریعت کے مدعی نہیں

دوم — پیشگوئی میں یہ کہا گیا تھا کہ وہ آنے والا نبی اسرائیلیوں کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ یعنی بنو اسمٰعیل کی قوم سے۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل سے تھے۔

سوم — پیشگوئی میں لکھا ہے کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا۔ لیکن انجیل میں کہیں خدا کا کلام دکھائی نہیں دیتا یا تو اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوانح ہیں یا ان کے بعض لیکچر اور یا حواریوں کی باتیں۔

چہارم — پیشگوئی میں ایک نبی کی بشارت دی گئی ہے مگر مسیحی قوم تو حضرت مسیحؑ کو نبی نہیں بلکہ خدا کا بیٹا مانتی ہے۔

پنجم — پیشگوئی میں کہا گیا ہے کہ "جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ساری سچائی کی راہیں اس کے ذریعہ دنیا پر ظاہر ہوں گی۔ لیکن حضرت مسیحؑ ساری سچائیاں دنیا کو نہیں بتاتے بلکہ کہتے ہیں "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی۔ لیکن جو کچھ وہ سنے گی وہ کہے گی۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی۔"

(یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲-۱۳)

غرضیکہ حضرت مسیح اس پیشگوئی کے مصداق ہرگز قرار نہیں پاتے۔ بلکہ اس کا اطلاق صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے کیونکہ:-

اوّل۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو اسمٰعیل میں پیدا ہوئے۔ جو بنو اسحٰق کے بھائی تھے۔

دوم۔ آپ نے ہی تشریعی نبی اور مثیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ دنیا کے سامنے پیش کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

"انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔"

(سورہ مزمل رکوع ۱)

سوم۔ پیشگوئی میں کہا گیا تھا کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والا قرآن کریم اوّل تا آخر کلام اللہ ہے اور اس کا نام بھی سورہ بقرہ رکوع ۹ میں کلام اللہ رکھا گیا ہے۔

چہارم — حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ یعنی اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے متعلق پیشگوئی ہے کہ جب تو آئیگا تو ساری سچائیاں دنیا کو سنائے گا۔ اس لئے دنیا خواہ برا منائے یا اچھا تو کسی کی پرواہ نہ کر اور جو وحی تجھے کی جاتی ہے وہ ساری کی ساری لوگوں کو سنا دے۔

پنجم — پیشگوئی میں بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام جو اس پر نازل ہوگا وہ خدا کا نام لے کر دنیا کو سنائے گا۔ یہ بات بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ہی پوری ہوئی کیونکہ قرآن کریم کا ہر باب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتا ہے۔

ششم — پیشگوئی میں کہا گیا تھا کہ "وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے حکم نہیں دیا .... تو وہ نبی قتل کیا جائے" جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ واللہ یعصمک من الناس۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے حملوں سے بچائے گا اور آپ کی جان کی حفاظت کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشگوئی لفظاً لفظاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ترین وجود میں پوری ہوئی۔

جبلِ فاران اور دس ہزار قدوسی

استثناء باب ۳۳ آیت ۲ میں لکھا ہے:-

"اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کلام میں اپنے تین جلوے بتائے ہیں۔ اوّل جلوہ سینا کا جو بذات خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا جلوہ شعیر تھا اور شعیر وہ مقام ہے جس کے آس پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ظاہر ہوئے۔ لیکن یہ جلوہ حضرت مسیح سے تعلق رکھتا ہے۔ تیسرا جلوہ فاران سے ظاہر ہونا بتایا گیا ہے۔ چنانچہ عربی جغرافیہ نویس ہمیشہ سے مدینہ اور مکہ کے درمیانی علاقہ کا نام فاران رکھتے چلے آئے ہیں۔ اور دس ہزار قدوسی بھی ایک زبردست تاریخی حقیقت ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام کا لشکر تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشگوئی بھی بڑی شان سے اسلام اور بانی اسلام کے مقدس ترین وجود میں پوری ہوگئی۔

حیقوق نبیؑ کی پیشگوئی

حیقوق نبیؑ نے حضرت مسیح سے ۶۲۶ برس پہلے پیشگوئی کی تھی کہ:-

"خدا تیما سے اور وہ قدوس کوہ فاران سے آیا سلاہ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔" (حیقوق باب ۳)

اس پیشگوئی میں کوہ فاران جس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ علاوہ ازیں آنے والے کا نام بھی بتا دیا گیا ہے۔ کیونکہ محمد کے معنے ہی ہیں بہت تعریف کیا گیا۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والے تمام زمین پر موجود ہیں۔ اور نام بھی محمد ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی پیشگوئی

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک بڑی طویل پیشگوئی ہے جو لفظاً لفظاً رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہوتی ہے لیکن میں صرف اختصاراً نام اور دس ہزار کی حد تک پیش کرتا ہوں فرمایا :-

"میرا محبوب سرخ و سفید ہے
دس ہزار آدمیوں میں جھنڈے
کی مانند کھڑا ہوتا ہے ......
...... ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔"
(غزل الغزلات باب ۵ آیت ۱۰ تا ۱۶)

واضح رہے کہ عبرانی میں محمدیم ہے لکھا ہے اور انگریزی بائبل میں Altogether lovely لکھا ہے۔ اور اس کا ترجمہ اردو بائبل میں سراپا عشق انگیز کیا گیا ہے۔ یہ پیشگوئی واضح طور پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتی ہے۔ آپ ہی حضرت موسیٰ کی پیشگوئی کے مطابق دس ہزار قدوسیوں کے سردار ہونے کی حیثیت میں فاران کی چوٹیوں پر سے گزرتے ہوئے مکہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے جبکہ حضرت مسیح کے ساتھ تو صرف دس حواری رہ گئے تھے۔

یسعیاہ نبی کی پیشگوئی

یسعیاہ نبی کی کتاب بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں سے بھری پڑی ہے۔ بطور اختصار صرف ایک پیشگوئی درج ہے۔ یسعیاہ باب ۸ میں لکھا ہے :-

"رب الافواج جو ہے تم اس کی
تقدیس کرو اور اس سے ڈرتے
رہو۔ اور اس کی ہی دہشت
رکھو وہ تمہارے لئے ایک مقدس
ہوگا۔ پر اسرائیل کے دونوں
گھرانوں کے لئے ٹکر کا پتھر اور
ٹھوکر کھانے کی چٹان اور یروشلم
کے باشندوں کے لئے پھندہ
اور دام ہووے گا۔ بہت
لوگ ان سے ٹھوکر کھائیں گے۔
اور گریں گے اور ٹوٹ جائیں
گے اور دام میں پھنسیں گے
اور پکڑے جائیں گے۔ شہادت
نامہ بند کرلو اور میرے شاگردوں
کے لئے شریعت پر مہر کرو۔
میں بھی خداوند کی راہ دیکھوں
گا جو اب یعقوب کے گھرانے
سے اپنا منہ چھپاتا ہے۔ میں
اس کا انتظار کروں گا۔"
(آیت ۱۳ تا ۱۷)

اس پیشگوئی میں بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایک مقدس ظاہر ہوگا لیکن وہ بنی اسرائیل کے دونوں گھرانوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوگا۔ اور یروشلم کے باشندوں کیلئے پھندا اور دام بنے گا۔ اگر وہ اس کا مقابلہ کریں گے تو شکست کھائیں گے اور پکڑے جائیں گے اس کے زمانہ میں یہودی شریعت ختم کردی جائے گی۔ اور یعقوب کے گھرانے سے خدا تعالیٰ منہ پھیر لے گا۔ واقعاتی اعتبار سے یہ سب کچھ یروشلم اور بنی اسرائیل کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے کیا اور فلسطین کی سرزمین چودہ سو سال سے اس کی گواہی دے رہی ہے۔ اس کے بعد اب یہودنے پھر قدم جمانے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہ عارضی کوشش ہے جو چودہ سو سال کی تاریخ کو بدل نہیں سکتی۔ پس یہ پیشگوئی بھی عظیم الشان طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہوئی ہے۔

انجیل کی پیشگوئی

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اناجیل میں پیشگوئیاں تو بہت ہیں لیکن حسب گنجائش صرف ایک پیشگوئی پیش کی جاتی ہے۔

متی باب ۲۱ میں انگورستان کی تمثیل پیش کرتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ایک اور تمثیل سنو ایک گھر کا مالک تھا جس نے انگورستان لگایا ...... اور جب میوہ کا موسم آیا اس نے اپنے نوکروں کو باغبان کے پاس بھیجا کہ اس کا پھل لائیں پر ان باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کے ایک کو پیٹا اور ایک کو مار ڈالا اور ایک کو پتھراؤ کیا پھر اس نے اور نوکروں کو جو پہلوں سے بڑھ کر تھے بھیجا انہوں نے ان کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا آخر اس نے اپنے بیٹے کو یہ کہہ کر بھیجا کہ وے میرے بیٹے سے دبیں گے لیکن باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا آپس میں کہنے لگے وارث یہی ہے آؤ اسے مار ڈالیں کہ اس کی میراث ہماری ہو جائے اور اسے پکڑ کے اور انگورستان سے باہر لے جا کر قتل کیا جب انگورستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ وے اسے بولے ان بدوں کو بُری طرح مار ڈالے گا اور انگورستان کو اور باغبانوں کو سونپے گا۔ جو اسے موسم پر میوہ پہنچا دیں یسوع نے انہیں کہا کہ کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راجگیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک قوم کو جو اس کا میوہ لاوے دی جائے گی۔ جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا۔ جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔" (آیت ۳۳ تا ۴۴)

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آپ نے انبیاء کی تاریخ شروع سے کر آخر تک تمثیلاً دھرا دی ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد بنی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹھیکہ سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کونے کا پتھر جنہیں راجگیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحٰق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے تمام شریعتیں ختم کردی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لانے والا ہوگا۔

بنو اسرائیل کو یہ بات عجیب معلوم ہوگی مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ اس اسمٰعیلی نبی کو بادشاہت دے گا۔ اور خدا کی بادشاہت بنو اسرائیل سے لے لی جائے گی۔ اور اس کے بعد یہ باغ اس دوسری قوم کے سپرد کر دیا جائے گا۔ یعنی اُمت محمدیہ کے جو اس کے میوے لاتی رہے گی یعنی خدا تعالیٰ کی عبادت کو دنیا میں قائم رکھے گی۔ جو شخص بھی انصاف کے ساتھ غور کرنے کا عادی ہو۔ وہ معلوم کر سکتا ہے کہ حضرت مسیح کے بعد ظاہر ہونے والے مدعیوں میں سے سوائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی اس پیشگوئی کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اور آج زمین کے کناروں تک اس حقیقت و صداقت کی روشنی پھیل چکی ہے کوئی نہیں جو اس کا انکار کر سکے۔

پارسی مذہب کی کتاب میں پیشگوئی

پارسی مذہب کی مذہبی کتاب سفرنگ اساتیر مطبوعہ سنہ ۱۲۸۰ھ کے صفحہ ۱۸۹ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک عظیم الشان پیشگوئی موجود ہے جو ظاہر میں فقص ہے فرمایا :- (ترجمہ از فارسی)

"جب ایرانیوں کے برے دن آئیں
گے اور بُرے افعال ان سے سرزد
ہونگے۔ تو عرب سے ایک مرد
پیدا ہوگا۔ ابراہیم کے پیروکاروں
میں سے تو ایرانیوں کا تمام تخت و
سلطنت تاخت و تاراج ہو جائیگا۔
اور سرکش مغلوب ہو جائیں گے
اور ایران کے آتشکدہ اور بتخانہ
کی بجائے عرب کے ریگستان میں موجود
ایک بے تصویر مکان کی طرف نماز
پڑھی جائے گی۔"

یہ پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہو چکی ہے کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

ہندو مذہب کی کتب میں پیشگوئی

ہمارا وطن ہندوستان بھی رشیوں منیوں اور اوتاروں کا دیش ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم کہ ہر قوم میں نبی مبعوث ہوتے رہے ہیں ہندوستان اس سے محروم نہیں ہے۔ سیدنا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہندوؤں کی مقدس کتاب اتھروید میں بھی متعدد پیشگوئیاں موجود ہیں۔ ایک پیشگوئی کا ترجمہ جو پنڈت کھیم کرن کی تفسیر اتھروید سے ماخوذ ہے ملاحظہ فرمائیے :-

"اے لوگو! یہ احترام سے سنو لوگوں
میں تعریف والا انسان تعریف کیا
جائیگا۔ اے زمین پر خوش خرامی
چلنے والے بادشاہ ساٹھ ہزار اور
نوے دشمنوں کو اُٹھا پھینکنے والے
بہادروں میں ہم پاتے ہیں۔"

اس پیشگوئی میں بتایا گیا ہے کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا انسان پیدا ہوگا جو بہت تعریف کیا جائے گا۔ گویا عربی ترجمہ کے اعتبار سے "محمدؐ" ہوگا۔ اس پر لوگ کثرت سے درود بھیجیں گے۔

ان تمام پیشگوئیوں کا رسول اکرم صلعم کی مقدس ترین ذات میں ہزارہا سالوں کے بعد مختلف کتب سماوی کی رو سے پورا ہو جانا اور پوری علامات کے ساتھ پورا ہو جانا بتاتا ہے کہ

محمد ہی نام اور محمد ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

اللھم صل علی محمد و آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید

موجودہ دورِ ابتلاء میں

جماعت احمدیہ کا لائحہ عمل

از محترم شیخ عبد الحمید صاحب عاجزؔ ناظر جائیداد و تعلیم قادیان

روحانی جماعتوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان کو اپنے مقصد کے حصول کے لئے ان گنت مشکلات و مصائب کے دور سے گذرنا پڑا۔ اور بالآخر وہ کتب اللّٰہ لاغلبن انا و رسلی کے خدائی وعدہ کے مطابق کامیابی سے ہمکنار ہوئیں۔ الٰہی سُنت کے مطابق انبیاء اور ماموریں کی جماعتوں پر وارد ہونے والے ایسے امتحان ان کو تباہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کے صبر و استقامت اور صدق و رضا کا جائزہ لینے کے لئے آئے جن میں ثابت قدمی کے بعد ان کے لئے ترقیات کی نئی راہیں کھلتی رہیں۔ اور ہر نیا آنے والا امتحان اپنے جلو میں کامیابی اور سرفرازی کے نئے دروازے وا کرتا رہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے ۔ .... وہ سب لوگ جو آخر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ان سے ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے“

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھاؤ گے تو ایک پیارے بچے کی طرح تم خدا کی گود میں آجاؤ گے۔ اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے“

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ۱۹۴۶ء کی مجلس مشاورت کے موقعہ پر فرماتے ہیں:-

”ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری جماعت کے تمام افراد کے کم یہ احساس اپنے اندر پیدا کریں کہ ہم سے جب بھی کسی قربانی کا مطالبہ کیا جائے گا ہم اس کو پیش کر دیں گے اور اس بات کو اپنے دل سے نکال دیں کہ بار بار جانی اور مالی قربانی کا مطالبہ کرنے کے باوجود ابھی تک جان اور مال کو قربان کرنے کا وقت نہیں آیا۔ زمانہ اس وقت کو قریب سے قریب ترلا رہا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آج سے دس سال بعد یا بیس سال یا پچاس سال بعد وہ زمانہ آنے والا ہے۔ مگر بہر حال وہ منزل ہمارے قریب آرہی ہے اور جب تک ہماری جماعت اس دروازہ سے نہیں گذرے گی وہ صحیح معنوں میں ایک مامور کی جماعت کہلانے کی بھی حقدار نہیں ہوسکتی۔ یہ قطعی اور یقینی اور لازمی بات ہے کہ ہم اسلام اور احمدیت کو پھیلاتے ہوئے خطروں کے طوفانوں میں سے گذریں گے۔ اسی طرح یہ قطعی اور یقینی اور لازمی بات ہے کہ ہمیں ایک دفعہ ہجرت کرنی پڑے اور اپنے مکانوں اور جائیدادوں سے محض خدا کے لئے دست بردار ہونا پڑے۔ مگر ابھی ہم اس امتحان سے نہیں گذرے۔ بہر حال یہ دن جلد یا بدیر آنے والا ہے۔ ہماری جماعت کے افراد کو اس دن کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیئے ہمیں کیا معلوم ہے کہ وہ دن کب آنے والا ہے“

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغام جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء کے موقعہ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

”ہمیں خدا نے غلبۂ اسلام کے لئے پیدا کیا ہے تو پھر ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی طاقت کے مطابق اس بارہ میں ہر ممکن کوشش کریں اور مالی قربانی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ ضرورت کے لحاظ سے ہماری کوشش میں جو کمی رہ جائے گی وہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خود پوری کر دے گا۔ ہماری روحانی آنکھ حالات کے اُفق پر غلبۂ اسلام کے آثار دیکھ رہی ہے۔ لیکن اس کے لئے ہمیں بہر حال قربانیاں دینی پڑیں گی۔ اپنے اموال اور اوقات کو قربان کرنا ہوگا“

ابتدائے آفرینش سے الٰہی سنت کے مطابق انبیاء علیہم السلام اور ان کی جماعتوں کو کڑے امتحانوں میں سے گذرنا پڑا۔ انہوں نے ہمیشہ آزمائشوں سے بھی لذت پائی۔ اور الٰہی نصرت و تائیدات کے نتیجہ میں ان سے مخلصی پاکر سرفرازی حاصل کی۔

حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے بے انتہاء ستایا تو طوفان کے عذاب سے ان کی قوم کو سزا ملی ہے۔ اور آپ اور آپ کے ماننے والوں کو کشتی نوح کا نشان ملا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے آگ میں ڈالنے کا منصوبہ بنایا مگر خدائی تصرف سے یہ آگ ٹھنڈی کر دی گئی اور دشمن اپنے ہر ارادے میں ناکام و نامراد رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم اور اشارہ سے اپنی اور اپنی اولاد کی قربانی کا جو بے مثال نمونہ پیش کیا ہے اس کی یاد نہایت عزت و احترام کے ساتھ ہر سال تازہ کی جاتی ہے اور عید قربانی پر آپ کی دعوت اور سیرت اور تعلق باللہ کے تمام خدو خال ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ اگر اس تقریب کے بعد بھی محبت خلیل کی آگ دلوں میں روشن نہیں ہوتی اور ان کا اُسوۂ حسنہ ہماری راہنمائی نہیں کرتا تو یہ تقریب اپنے حقیقی استقبال سے محروم ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو بھی کڑے امتحانوں میں سے گذرنا پڑا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے آغاز سے انجام کار تک حضرت موسیٰؑ کا ساتھ دیا اور دعوت موسوی کو ہمیشہ شریک دامن رکھا۔ فرعون کے ظلم و ستم سے تنگ آکر ان کو گھر بار چھوڑنا پڑا اور اپنے بے سہارا ساتھیوں کے ساتھ صحرا میں اُترنے پر مجبور ہوئے مگر ہمارے زندہ خدا نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا اور آپ کو ساحلِ عافیت پر پہنچا دیا۔ اور آپ کا تعاقب کرنے والے فرعون کو غرق کرکے ہمیشہ کے لئے دنیا کے لئے عبرت و بصیرت کا نشان بنا دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ کے مخالفین نے طرح طرح کے دکھ دیئے۔ یہاں تک کہ صلیب پر لٹکا دیا مگر بالآخر وہ دشمن کے ظلم سے بچ کر اپنے مشن میں کامیاب و کامران رہے اور آپ کے دشمن ناکام و نامراد۔

سب سے بڑھ کر ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ طائف کی سرزمین میں آپ پر پتھراؤ ہوا۔ شعب ابی طالب میں تین برس آپ کو محصور ہونا پڑا۔ خدا کی منشاء کے ماتحت جب حضور اکرمؐ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تو کفار مکہ نے غار ثور تک آپ کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آنحضرتؐ کی وجہ سے گھبرا گئے مگر انتہائی محکم یقین اور حسن اعتماد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

لا تحزن ان اللہ معنا۔ ہم یہاں اکیلے نہیں ہیں ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔

چنانچہ اس ابتلاء اور امتحان کے موقعہ پر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی نجات کا سامان پیدا فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کے لئے دشمن کے تمام منصوبے اور تمام تدبیریں ناکام ہوگئیں۔ یہاں تک کہ فتح مکہ کا وقت آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شان و شوکت اور مکمل غلبہ کے ساتھ اللہ اکبر کے نعروں کی گونج میں ایک اعلیٰ حاکم کی حیثیت میں مکہ میں داخل ہوئے اور لاغلبن انا ورسلی کا خدائی وعدہ ایک مرتبہ پھر پورا ہوا۔

اگر ہم جماعت احمدیہ کی ۹۶ سالہ تاریخ کو دیکھیں تو ظاہر ہوگا کہ جماعت پر کئی مخالفتوں اور امتحانوں کے دور آئے اور ابتلاء و امتحان کا ہر دور جماعت کے لئے ترقیات کی نئی راہیں کھولنے کا موجب ہوا۔

ابتدائی مخالفتوں اور کفر کے فتوؤں کا دور علماء کی طرف سے انفرادی اور اجتماعی مخالفت کا زمانہ تھا ایک طرف عیسائیوں اور آریوں کے حملوں کا دفاع کیا جا رہا تھا اور اسلام کی صداقت کے لئے شب و روز نئے نئے دلائل پیش کئے جا رہے تھے تو دوسری طرف مخالف مولویوں کے ساتھ مقابلہ کا میدان گرم تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد بیرونی اور اندرونی مخالفتوں نے ایک بار پھر سر اٹھایا اور طرح طرح کے فتنے پیدا کئے مگر مخالفت کے طوفانوں میں بھی حضرت المصلح الموعودؓ نے اپنے عزم کی صداقت کو پوری شان کے ساتھ ثابت کر دکھایا اور ہر نیا آنے والا دن ترقی کی نئی راہیں کھولتا چلا گیا۔

۱۹۳۴ء کا سال جماعت کی تاریخ میں ایک خاص حیثیت رکھتا ہے جب جماعت احرار نے اپنی تمام طاقتوں کو اکٹھا کر کے اور حکومت کی پشت پناہی کے ساتھ مخالفت کا بیڑا اٹھایا اور یہاں پر جلسہ کر کے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا دعویٰ کیا اس وقت حضرت مصلح موعودؓ نے خدا سے خبر پاکر اعلان فرمایا کہ:۔

"میں احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی دیکھ رہا ہوں"

چنانچہ ۱۹۳۶ء میں مسجد شہید گنج کا واقعہ پیش آیا اور جماعت احرار کا وقار خاک میں مل گیا۔

۱۹۳۴ء میں ہی حضور رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کے مالی اور جانی جہاد کا اعلان فرمایا جس کے نتیجہ میں سینکڑوں اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اپنے دنیاوی مستقبل کو خیرباد کہہ کر اپنی زندگیاں خدمت اسلام کے لئے وقف کر دیں اور خدمت اسلام کا بے پناہ جذبہ لے کر مشرق و مغرب میں پھیل گئے۔ اسی طرح حضور رضی اللہ عنہ نے بیرونی ممالک میں تبلیغ کے کاموں کو تیز کرنے کے لئے ایک خاص چندہ کی تحریک کا آغاز فرمایا اس کے نتیجہ میں جو عظیم الشان خدمات سرانجام دی جا رہی ہیں ان پر "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کی مثال صادق آتی ہے۔

۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۸ء میں بھی جماعت پر کڑے ابتلاء اور امتحان کے دور آئے جس کے نتائج حکومت کی طرف سے مطبوعہ کورٹ آف انکوائری رپورٹ کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ مخلصین جماعت نے اس امتحان میں بھی صبر و ہمت اور ثابت قدمی کا نمونہ پیش کیا اور احمدیت ایک ابتدائی بیج کی حیثیت سے نکل کر ایک سایہ دار اور تناور درخت کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔ یہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ہی وہ مبارک وجود تھا جس نے ہماری روحانی زندگی کے ہر پہلو پر دلنشیں تبصرے کر کے ہماری سوچ، ہماری لگن اور ہمارے جذب کے تیور بدل دیئے ہم نے آپ کے عزائم کی صداقت اور خلوص کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے حضور کے دل میں صرف ایک ہی لگن، ایک ہی تڑپ اور ایک ہی اُمنگ تھی کہ وہ روح آفریں لمحہ جلد از جلد طلوع ہو اور اسلام کا نور ساری دنیا میں پھیل جائے۔

۱۹۷۴ء میں پاکستان میں ایک نئی قسم کی مخالفت اور امتحان حکومت کی طرف سے شروع ہوا جس کے بانی وہاں کے سابق وزیر اعظم بھٹو اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں ان کی جانشین حکومت کی طرف سے ۱۹۸۴ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف ایک نئے آرڈیننس کے ذریعہ ابتلاء کا جو دور چل رہا ہے وہ نہایت صبر آزما اور دل خراش ہے مگر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی تاریخ ساز قیادت میں جماعت اس ابتلاء کا نہایت خندہ پیشانی سے مقابلہ کر رہی ہے۔ کیونکہ جماعت یہ امر بخوبی جانتی ہے کہ اگر امتحان آئے اور خدا کی طرف سے آئے اور کچھ انعام دینے کے لئے آئے اور کامیابی کے یقینی وعدہ کے ساتھ آئے تو اسے برداشت کرنے کے لئے ایک روحانی پختگی اور قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

اس مادی کشمکش کے دور میں ہم نمائش گاہ عالم میں دھکیل دیئے گئے ہیں اور تمام دنیا کی نظریں ہماری طرف ہیں ہم نے اسلام کی عملی صورت کو اپنے عمل سے دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ احمدیت مردہ دنیا میں نیکی اور تقویٰ کی روح پھونکنے کے لئے پیدا ہوئی ہے اور اس کا امتیاز یہ ہے کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے حالات نے جس رنگ میں پلٹا کھایا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کی محبت سرد ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی محبت بھڑک اٹھے سوچنے اور دیکھنے والی بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص یہ سمجھے کہ خدا تعالیٰ کی آواز کو بلند کرنے کا کام صرف مجھے ہی کرنا ہے اور وقت ہماری کوششوں کا اہم حصہ ہے۔

ہمارے موجودہ امام جس تیز رفتاری کے ساتھ ہمیں ہر قسم کی قربانی کر کے ترقی کی منازل پر لے جانا چاہتے ہیں ہمارا فرض ہے کہ حضور کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کریں۔ تاکہ ابتلاؤں کے بادل چھٹ جائیں۔ اور "حتیٰ مطلع الفجر" کا سورج اپنی پوری شان کے ساتھ جلد از جلد طلوع ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس تعلق میں اپنی جماعت اور مخالفین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

"اور ہم جن راہوں پر چل رہے ہیں وہ انبیاء اور ان کے صدق و غلاموں کی راہیں ہیں اور یہ وہ راہیں ہیں جو کہکشاں بن کر آسمان پر چمکا کرتی ہیں۔ ایک آسمان کی کہکشاں کو ہم نے دیکھا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اوّلین نے اپنے قدموں سے بنائی تھیں اور اے دیکھنے والو! دیکھو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام آخرین میں ظاہر ہونے والے آج ان کہکشاؤں کو پھر اپنے خون سے بنا رہے ہیں۔ اپنی قربانیوں سے روشن کر رہے ہیں اور آئندہ زمانہ ان راہوں کو دیکھے گا ان چمکتی ہوئی کہکشاؤں کو اور ان سے سبق حاصل کرے گا اور ان حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں پر ہمیشہ رحمت اور درود بھیجتا رہے گا...............

مبارک ہو تم جو خدا کی تقدیر کے لائق بن گئے..............

اے دشمنان احمدیت!

جتنے احمدی شہید کرنا چاہتے ہو کر لو....... تم لازماً ناکام اور نامراد ہو کر مرو گے۔

اور احمدیت کے لئے وہ صبح ضرور طلوع ہوگی جس کے متعلق خدا فرماتا ہے اور قرآن وعدہ کرتا ہے۔ حتیٰ مطلع الفجر۔ اے میرے بندو! یہ رات جاری تو رہے گی مگر ہمیشہ کے لئے نہیں۔ یہ دکھ ہیں مگر میں ان دکھوں کو قدر اور پیار کی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں...... اور وہ مطلع فجر کا طلوع ہونا زیادہ دیر کی بات نہیں"

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمام احباب جماعت کو صبر و استقامت سے قربانی اور ایثار کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ابتلاء کے موجودہ دور کو عظیم فتح اور کامیابی میں جلد تبدیل فرما دے آمین۔

جلسہ ہائے سیرۃ النبی صلعم

لجنات اماء اللہ ساگر، چنتہ کنٹہ، شاہجہانپور کٹیا اور بھلی۔ جماعت ہائے احمدیہ کوڑالی، ساگر، سری نگر، یاڑی پورہ، کلکتہ، جمشید پور اور خدام الاحمدیہ موسیٰ بنی مائنز کی طرف سے جلسہ ہائے سیرۃ النبی صلعم کے انعقاد سے متعلق خوشکن رپورٹیں موصول ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مخلصانہ مساعی کو قبول فرمائے اور بار آور کرے۔ آمین۔ (ادارہ)

منکرین انبیاء علیہم السلام کا انجام

تاریخ مذاہب کا ایک عبرت انگیز باب

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور ابتداء ہی سے اس کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے خود اپنے پاس سے انتظام فرماتا چلا آرہا ہے۔ تا انسان دُنیا میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کو اختیار کر کے ایک طرف اپنے بنی نوع سے ہمدردی، اخوت اور محبت سے پیش آکر امن و آشتی کے ساتھ زندگی گزارے اور دوسری طرف اپنے خالق و مالک خدا سے بھی اُس کا پختہ تعلق قائم ہو جائے۔ اسی غرض کے لئے اس نے انبیاء و مرسلین کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ چنانچہ ضرورتِ انبیاء پر روشنی ڈالتے ہوئے موجودہ زمانے کے امام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یاد رہے کہ خُدا کے وجود کا پتہ دینے والے اور اُس کے واحد لاشریک کا علم لوگوں کو سکھلانے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور اگر یہ مقدس لوگ دُنیا میں نہ آتے تو صراطِ مستقیم کا یقینی طور پر پانا ایک ممتنع اور محال امر تھا۔ اگرچہ زمین و آسمان پر غور کرکے اور اُن کی ترتیب ابلغ اور محکم پر نظر ڈال کر ایک صحیح الفطرت اور سلیم العقل انسان دریافت کر سکتا ہے کہ اس کارخانہ پُر حکمت کا بنانے والا کوئی ضرور ہونا چاہیئے۔ لیکن اس فقرہ میں کہ ضرور ہونا چاہیئے، اور اس فقرہ میں کہ واقعی وہ موجود ہے بہت فرق ہے۔ واقعی وجود پر اطلاع دینے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں۔ جنہوں نے ہزارہا نشانوں اور معجزات سے دُنیا پر ثابت کر دکھایا کہ وہ ذات جو مخفی در مخفی اور تمام طاقتوں کی جامع ہے درحقیقت موجود ہے ...... پس چونکہ قدیم سے اور جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ہے خُدا کا شناخت کرنا نبی کے شناخت کرنے سے وابستہ ہے اس لئے یہ خود غیر ممکن اور محال ہے کہ بجز ذریعہ نبی کے توحید مل سکے۔ نبی، خُدا کی صُورت دیکھنے کا آئینہ ہوتا ہے اسی آئینہ کے ذریعہ سے خُدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صلا، صلاا)

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی سُنّتِ قدیمہ ہے کہ جب بھی وہ اپنے کسی برگزیدہ بندے کو خلعتِ نبوت سے سرفراز فرماتا ہے تو ابنائے دُنیا اُن کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ خود غرض اور نفس پرست لوگ اُن کے سخت ترین دُشمن بن جاتے ہیں۔ اور اُن کو نیست و نابود کرنے کے لئے مخالفین و معاندین اپنا پُورا زور لگاتے ہیں۔ اور ہر ممکن ذریعہ اختیار کر کے حق و صداقت کی اس آواز کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۔ (الفرقان: ۳۲)

یعنی ہم نے اِسی طرح مجرموں میں سے سب نبیوں کے دُشمن بنائے ہیں۔ لیکن یہ مخالفت اور دُشمنی اِس لئے نہیں ہوتی کہ خدا تعالیٰ انبیاء کو بلاوجہ مصیبت میں مبتلا کرے یا اُن کو ہلاک کرے بلکہ اس کی حکمت دراصل یہ ہے کہ انبیاء کی مخالفت لوگوں کو اُن کی طرف مائل کرنے کی ایک الٰہی تدبیر ہوتی ہے تا دُنیا دیکھ لے کہ خُدا کی تائید و نصرت کس کے ساتھ ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اور خُدا جو اپنے دوست کے ساتھ کبھی یہ معاملہ کرتا ہے جو تمام دُنیا کو اُس کا دُشمن بنا دیتا ہے اور کچھ مدت کے لئے اُن کی زبانوں یا اُن کے ہاتھوں کو اس پر مُسلّط کر دیتا ہے، یہ اس لئے نہیں کہ خُدا ئے غیور نہیں کرتا کہ اس اپنے دوست کو ہلاک کرنا چاہتا ہے یا بے عزّت اور ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ اس لئے کرتا ہے کہ تا دُنیا کو اپنے نشان دِکھاوے اور تا شوخ دیدہ مخالفوں کو معلوم ہو کہ اُنہوں نے دُشمنی میں ناخنوں تک زور لگا کر نقصان کیا پہنچایا؟"

(نزول المسیح ص ۱۳۹ - ۱۴۰)

پس جس طرح انبیاء کی مخالفت کا ہونا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے اسی طرح تاریخ مذاہب کی یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ منکرین انبیاء ہمیشہ ہی اپنے مقاصد میں ناکام و نامراد اور تباہ و برباد ہوتے چلے آئے ہیں اور انبیاء اور اُن کی جماعتیں ہمیشہ ہی غالب آتی رہی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۔ (مجادلہ: ۲۲) کہ اللہ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی ضرور غالب آئیں گے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیں دُنیا میں کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی کہ منکرین انبیاء ناکام نہ ہوئے ہوں۔ یا اللہ تعالیٰ کے انبیاء غالب نہ رہے ہوں۔ شیطانی اور طاغوتی طاقتوں نے اپنے پُورے ساز و سامان اور ہر قسم کے ذلیل ہتھیاروں سے حق و صداقت کو مٹانا چاہا حتیٰ کہ انبیاء کو یہ دھمکیاں بھی دی گئیں کہ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (ابراہیم: ۱۴) یعنی ہم یقیناً تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا پھر تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ گے۔ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (یٰسٓ: ۱۹) کہ اگر تم اپنی باتوں سے باز نہیں آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ اور یہ صرف دھمکیاں ہی نہیں تھیں بلکہ اُن کو عملی جامہ پہنا کر انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن پھر بھی وہی ذلیل و خوار ہوئے یا صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔ اور دُوسری طرف انبیاء اور اُن کے متبعین ہمیشہ فائز المرام رہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں اُن کا سب سے بڑا مخالف و معاند ابلیس اور اُس کے چیلے چانٹے تھے اپنے دَور کا یہ ایک متکبر اور بارسُوخ امیر آدمی تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ کہ ابلیس بااثر شریر لوگوں میں سے تھا اور اُس نے اپنی فطرت کے مطابق اپنے ربّ کے حکم کی نافرمانی کی۔ اُس نے حضرت آدمؑ کے خلاف دھوکا اور فریب سے کام لیا اور آخر کار حضرت آدمؑ کو اپنے مولد و مسکن سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ مگر نتیجہ کیا ہُوا؟ ابلیس اور اُس کے ساتھی قیامت تک کے لئے ملعون ہو گئے۔ انہوں نے حضرت آدمؑ کو مٹانے کی کوشش کی۔ مگر خود مٹ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی نسلوں کو تمام دنیا میں پھیلا دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام پانچ ہزار سال قبل مسیح دجلہ اور فرات کی وادی میں مبعوث ہوئے۔ آپؑ کے مخالفین نے بھی آپ سے تمسخر و استہزاء کا سلوک کیا، آپ کو جھٹلایا۔ اور جب دلائل سے مغلوب ہو گئے تو انہوں نے کہا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (الشعراء: ۱۱۷) کہ اگر تم اپنی ان باتوں سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ اِس مخالفت، تکذیب اور استہزاء کا انجام آخر کار کیا ہُوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ (الشعراء: ۱۲۰-۱۲۱) کہ ہم نے نوحؑ اور اُن کے متبعین کو ایک بھری ہوئی کشتی کے ذریعہ اُن کے دُشمنوں کے شر سے بچا لیا۔ اور اس کے بعد جو باقی رہ گئے وہ سب کے سب طوفان میں غرق ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت ہُود علیہ السلام قومِ عاد کی طرف مبعوث ہوئے۔ اس قوم کا زمانہ اڑھائی ہزار سال قبل مسیح تا ۸۰۰ ق م ہے۔ جو تمام شمالی اور جنوبی عرب پر قابض تھی۔ اس کی طاقت کا بیان قرآن نے یوں کیا ہے۔ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (سورۃ الفجر) کہ اس علاقہ میں اس جیسی طاقتور کوئی اور قوم نہیں تھی۔ یہ بابلی تہذیب و کلچر کے بانی تھے جس نے دنیا پر اپنا گہرا اثر ڈالا ہے۔ اُن کا بادشاہ شداد نامی بیان کیا جاتا ہے۔ اس دور میں انہوں نے بڑی شاندار اور بلند و بالا عمارتیں، بڑی بڑی فیکٹریاں اور کیمسٹری کے مراکز قائم کئے تھے۔ آلاتِ جنگ کی بعض حیرت انگیز ایجادات انہی کے زمانہ میں ہوئی۔ اور اسی وجہ سے وہ بڑے متکبر تھے اور بُت پرستی اُن کا مذہب تھا۔ حضرت ہودؑ نے جب انہیں خدائے واحد پر ایمان لانے اور تقویٰ اختیار کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے برملا کہا کہ ہم تو اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں۔ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (ہود: ۵۴) اور نہ ہی ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔ اور اپنی ترقیات کے گھمنڈ میں وہ کہتے تھے وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (الشعراء: ۱۳۹) کہ ہم پر تو کوئی عذاب نہیں آئے گا۔ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ (الشعراء: ۱۴۰) اور اپنے اسی تمرد کی وجہ سے ہُودؑ کو جھٹلایا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت عذاب سے ہلاک کیا۔ ایسی طوفانی ہوا چلی جو متواتر اور یکساں طور پر سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہی اور ساری قوم کا نام و نشان تک مٹا دیا (الحاقہ: ۷-۸) پس نبی کے انکار کی وجہ سے اُن کی تہذیب و تمدن، مال و دولت، حکومت و سلطنت، بڑی بڑی عمارتیں اور کارخانے اور رصدگاہیں سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا۔ اور جن چیزوں پر اُن کو گھمنڈ تھا اور سمجھتے تھے کہ ہمیں اب کوئی ہلاک نہیں کر سکتا وہ اُن کی کچھ بھی حفاظت نہ کر سکیں۔ وہ ہلاک ہو گئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا ایک نشان قائم کر گئے۔

قومِ عاد کی ہلاکت کے بعد قومِ ثمود اس کی جانشین ہوئی۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ (اعراف: ۷۵)

یہ قوم شام کے شہر بُصریٰ سے لیکر عدن تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا صدر مقام حِجر تھا جو مدینہ منورہ اور تبوک کے درمیان تھا۔ اس علاقہ میں اس قوم کا بڑا زور تھا۔ چشموں، باغوں اور زراعت کی دولت سے یہ قوم مالامال تھی۔ سنگتراشی کے فن میں اسے بڑی مہارت حاصل تھی۔ بڑی بڑی چٹانوں کو تراش کر عالی محل بناتے تھے۔ ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا جس پر اس قوم نے آپ کی شدید مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے بطور نشان ایک اونٹنی کو مقرر کیا جس پر سوار ہو کر حضرت صالحؑ تبلیغی سفر کیا کرتے تھے۔ اور تنبیہ کر دی کہ اس کی آزادی میں تم مخل نہ ہونا ورنہ سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ لیکن اُس قوم کے بعض متمرد لوگوں نے مل کر اُس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر گویا خدا تعالیٰ کو چیلنج کیا کہ ہم اپنے ملک میں تیرے نام کو بلند کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (اعراف: ۷۹) اُن کو ایک شدید زلزلے نے صفحۂ ہستی سے معدوم کر دیا۔ اور حضرت صالحؑ اور

آپ کے پیروکار کامیاب اور غالب رہے۔ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر آنحضرت صلعم تھوڑی دیر کے لئے اس ہلاک شدہ قوم کے مقام پر بھی ٹھہرے۔ آپؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اس جگہ سے کنوؤں کا پانی استعمال نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے تو اس پانی سے آٹے گوندھ لئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ آٹا بھی پھینک دو کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہو چکا ہے۔
(بخاری کتاب الانبیاء)

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام ابوالانبیاء فلسطین و شام کے علاقہ میں ۲۲۰۰ ق م میں مبعوث ہوئے۔ بت پرستی کے خلاف آپؐ نے جہادِ عظیم کیا ہے حتیٰ کہ اس وقت کے بادشاہ نمرود نے آپؐ کو ہر طرح ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ اور پھر اس نے آپؐ کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیرِ خاص سے اس آگ کو گلزار اور سلامتی کا باعث بنا دیا۔ اور دشمن ذلیل و شرمندہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَ اَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ (انبیاء: ۷۱) آپؐ کے مخالفین نے آپؐ سے بُرا سلوک کرنے کی کوشش کی اور آخرکار انہیں ناکام و نامراد کر دیا۔ اُن کا نشان تک بھی باقی نہیں ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ریت کے ذروں کی مانند پورے علاقہ میں پھیل گئی اور بے شمار روحانی برکات اور انوارِ نبوت سے سرفراز ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے ہمعصر اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے۔ جب آپؐ نے اپنی قوم کو بدکاریوں سے باز آنے اور خدا کے پیغام کو قبول کرنے کی دعوت دی تو اس قوم نے بھی سرکشی سے کام لیکر حضرت لوط کو مختلف ذرائع سے ایذاء پہنچائی۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ یہ قوم جو علاقہ عراق میں سدوم اور عمورہ نامی بستیوں میں آباد تھی شدید زلزلہ سے ہلاک ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر کے بادشاہ فرعون نے آپ کو اور آپ کے ساتھی بنی اسرائیل کو ہلاک کرنے کی پوری کوشش کی۔ ایک طرف غریب اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہیں اور دوسری طرف اپنے وقت کا سب سے طاقتور ترین اور ظالم و سفاک بادشاہ فرعون ہے۔ لیکن جب اس طاقتور بادشاہ نے تکبر و غرور کے نشہ میں مخمور ان غریب اور بے بس موسیٰؑ کے ساتھیوں کو ہلاک کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے خود اُسے اور اُس کے لشکر کو سمندر میں غرق کر دیا۔ اور دنیا کی عبرت کے لئے اُس کی لاش کو آج تک لندن کے عجائب گھر میں محفوظ رکھا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت خود اُن کی اپنی قوم نے اس قدر کی کہ آپ کو صلیب پر لٹکا دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر آپؑ کو صلیب کی لعنتی موت سے بچایا۔ آپ وہاں سے ہجرت کر کے کشمیر پہنچے اور اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ لیکن یہودیوں کو خدا تعالیٰ نے طائیٹس رومی کے ہاتھوں نہایت ذلت کے ساتھ تاخت و تاراج کیا۔

تاریخِ مذاہب کا یہ بھی ایک بڑا ہی المناک باب ہے کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت فرمایا اور وادیٔ مکہ میں ندائے توحید بلند کی تو وہی قریش جو آپؐ کے صدق اور دیانت کا دم بھرتے تھے اور آپؐ کے قریبی رشتہ دار تھے، آپؐ کے جانی دشمن بن گئے۔ آپؐ کو زندہ یا مُردہ گرفتار کر کے لے آنے پر سو اُونٹ کا انعام مقرر کیا گیا۔ ہر ممکن شدید سے شدید تر تکالیف آپؐ کو آپؐ کے صحابہؓ کو دی گئیں وطن سے انہیں بے وطن کر دیا گیا۔ مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد بھی ظالموں نے آپؐ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ متواتر آٹھ سال تک وہ آپؐ سے نبرد آزما رہے۔ لیکن آخرکار وہ سب کے سب ناکام ہوئے۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ خود اُسی قوم نے جو آنحضرت صلعم اور آپؐ کے متبعین کو نیست و نابود کرنے کے لئے تمام عرب میں مخالفت کا طوفان کھڑا کر کے ایک متحدہ محاذ بنا کر اسلام کے پودے کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکنا چاہا تھا، یہ نظارہ بھی دیکھا کہ مکہ کا دُرِّ یتیم فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوا، تھرتھراتی اور لرزتی ہوئی روحوں کو لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کا مژدہ جانفزا سنایا اور اُس نے دلوں کو ایسا فتح کیا کہ اپنی زندگی ہی میں سارے علاقہ کو حلقہ بگوشِ اسلام ہوتا دیکھ لیا۔ یہ ایک ایسی عظیم الشان کامیابی ہے جس کی تاریخِ مذاہب میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

ہندوستان میں بھی ہمیں خدا تعالیٰ کی یہی سُنّتِ مستمرہ نظر آرہی ہے کہ یہاں کے بھی دو بزرگ اور مقدس نبیوں نے جنہیں ہندو قوم بھگوان کا اوتار مانتی ہے اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کی۔ اور اُن کے مخالفین ناکام و نامراد ہوئے۔ چنانچہ حضرت رام چندر جیؑ کو بن باس بھجوانے والوں نے کیا سُکھ پایا؟ جس تخت کے لئے انہوں نے آپؐ کو جلا وطن کیا تھا وہ تخت خود مجوزہ جانشین بھرت نے بصد احترام آپ کی نذر کیا۔ راون جیسے طاقتور راجہ نے جب آپ سے ٹکر لی تو خود ہی تباہ و برباد اور ہلاک ہوا لیکن کامیاب و کامران اور فاتح حضرت رام چندر جی ہوئے۔ اسی طرح حضرت کرشن جی مہاراجؑ کے تمام مخالفین نہایت ذلت کے ساتھ کوروکشیتر کے میدان میں مارے گئے اور سری کرشن جیؑ کا بول بالا ہوا۔

پس یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مامورین و مرسلین ہمیشہ کامیاب اور غالب ہوتے آئے ہیں اور اُن کے منکر ہمیشہ ذلیل و خوار اور ناکام و نامراد اور تباہ و برباد ہوتے آئے ہیں۔ آج موجودہ زمانے کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو آنحضرت صلعم کی غلامی کے طفیل مسیح موعود و مہدی معہود اور موعود اقوام عالم بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آپؑ نے دنیا کی ہدایت، امن و آشتی کے قیام اور ساری اقوام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے بلند ترین مقصد کے لئے جماعت احمدیہ کے نام سے ایک مقدس اور فعال جماعت کو قائم فرمایا۔ لیکن ابنائے دنیا، علمائے سوء اور اُن کے چیلے چانٹوں نے ہر طرح کوشش کی اور اب تک کرتے چلے جا رہے ہیں کہ آپؑ کو اور آپؑ کی مقدس جماعت کو مٹا دیا جائے۔ ابتدائی دور میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو اہلِ حدیث کے وکیل کہلاتے تھے بڑے طمطراق سے یہ دعویٰ کیا تھا کہ دعاوی قدیمہ کی رُو سے جس طرح میں نے اس کو آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دوں گا اور جماعت کو تتر بتر کر دوں گا۔ لیکن وہ خود اس دُنیا سے بحسرت و یاس تمام گزر گئے مگر احمدیت کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ناکام کرنے کے لئے دُنیا نے ہر اوچھے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ آپؑ پر کُفر کے فتوے لگائے گئے۔ واجب القتل قرار دیا گیا۔ جھوٹے مقدمات میں آپؑ کو پھنسانے اور پھانسی دلوانے کی کوششیں کی گئیں۔ لیکن ہمارے مسیح محمدیؑ کے پائے ثبات اُسوۂ انبیاء کے مطابق ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ اسلام کی خاطر آپؑ نے ہر ظلم سہا۔ آنحضرت صلعم کی محبت میں ہر سختی برداشت کی۔ اور غمِ ملت میں اپنی تمام محبوب چیزوں کو قربان کر دیا۔ اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ باوجود ہر قسم کی سازشوں کے مخالفین و منکرین ناکام ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے واضح رنگ میں فرمایا تھا کہ :-

"مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اُکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور پچھلے اور اُن کے زندے اور مُردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دُعائیں کریں تو میرا خدا اُن تمام دُعاؤں کو لعنت کی شکل میں بنا کر اُن کے منہ پر مارے گا۔" (اربعین ص ۵-۶)

پھر ۱۹۳۴ء میں احراریوں نے بڑے بلند بانگ دعوے کئے کہ دس برس کے اندر اندر جماعت احمدیہ کو ختم کر دیں گے۔ اُس وقت حکومت برطانیہ بھی ان کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے اور خود اُن کا وجود مٹا کر رکھ دیا اور جماعت احمدیہ روز افزوں ترقی کرتی ہوئی دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئی۔ قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء میں اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن کے ذریعہ اس مقدس جماعت کو مٹانے کے لئے پورا زور لگایا گیا مگر انجام سب کے سامنے ہے کہ یہی مخالفت جماعت کی ترقی کے لئے سنگِ میل ثابت ہوئی اور مخالف عناصر عبرت کا مرقع بن گئے۔ ۱۹۷۴ء میں رابطہ عالم اسلامی کی مکہ کانفرنس میں جماعت احمدیہ کے خلاف قرار دادِ تکفیر پاس کی گئی۔ اور جماعت کی ترقی کو روکنے کے لئے ہر ممکنہ تدبیر کی گئی۔ دوسری طرف مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ تب چشمِ فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ حکومتی سطح پر الٰہی جماعت کو مٹانے کا منصوبہ بنانے والے کو خود اُس کے دستِ راست نے پھانسی پر لٹکا دیا۔ اور اب ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو پاکستان کے فوجی سربراہ نے احمدیوں کے خلاف جو ظالمانہ اور اسلام کے نام پر سراسر غیر اسلامی آرڈیننس جاری کیا ہے وہ بھی مخالفانہ اور حاسدانہ کارروائیوں کا نقطۂ عروج ہے۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ تاریخ انبیاء کی روشنی میں یہ مخالفت بھی اگرچہ بہت بڑی اور عالمگیر پیمانے پر کی جا رہی ہے، بلاشبہ یہ بھی ایک عارضی ابتلا کا دور ہے۔ آج بے شک ہمارے مخالفین خوشی میں بغلیں بجا رہے ہیں لیکن وہ دن دور نہیں جب اپنی ناکامی پر حسرت کے آنسو بہائیں گے۔ تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ جب حکومتیں مذاہب سے ٹکراتی ہیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جایا کرتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ نہ پہلے کبھی مٹا ہے اور نہ آج مٹے گا۔ آخرکار اس میدان میں جماعت احمدیہ ہی کا غلبہ ہے اور جماعت احمدیہ ہی کی فتح ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دشمنوں کی انہیں ناکامیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :-

"مجھ سے پہلے جس قدر رسول اور نبی گزرے ہیں سب کو یہ بلا پیش آئی تھی کہ شریر لوگ کتوں کی طرح ان کے گرد ہو گئے تھے۔ اور صرف ہنسی اور ٹھٹھے پر ہی کفایت نہیں کی تھی بلکہ چاہا تھا کہ ان کو پھاڑ ڈالیں۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیں مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے اُن کو بچا لیا۔ ایسا ہی میرے ساتھ ہوا کہ ان مولویوں نے باہم ایسا اتفاق کر لیا کہ میری مخالفت کے جوش میں اُن کو باہمی اختلافات بھی بھول گئے۔ اور انہوں نے دوسری قوموں کے پنڈتوں اور پادریوں کو بھی حتی الوسع اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور زمین میری دشمنی کے جوش سے یوں بھر گئی جیسا کہ کوئی برتن زہر سے بھر جائے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اُن لوگوں کے حملوں سے میری عزت کو محفوظ رکھا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے پاک نبیوں کو محفوظ رکھتا رہا ہے۔"
(تریاق القلوب ص۲۸۵)

اسی طرح آپؑ نے نہایت واشگاف الفاظ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ :-

"میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں۔ اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں۔ کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے۔ اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دُنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔"
(ازالہ اوہام ص ۳۰۳)

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اکنافِ عالم میں انوارِ قرآنیہ کی اشاعت

جماعتِ احمدیہ کا نصب العین

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند ٭ زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند
(المسیح الموعودؑ)

از محترم مولوی شریف احمد صاحب امینی ایڈیشنل ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

قرآن مجید ایک کامل اور دائمی شریعت ہے یہ کلام پاک آج سے تقریباً ۱۴۰۰ سال پہلے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل ہوا۔ شریعت قرآنیہ زندگی کے تمام روحانی۔ اخلاقی تمدنی معاشرتی اور اقتصادی امور میں انسان کے لئے مشعل راہ ہے۔ یہ کلام پاک اب تک کسی تبدیلی کے بغیر من وعن محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ کیونکہ اس کی حفاظت کا خدا تعالیٰ نے "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" فرما کر خود ذمہ اُٹھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ پر الہاماً ظاہر فرمایا "الخیر کلّه فی القرآن۔ کتاب اللّٰہ الرحمٰن۔" (براہین احمدیہ حصہ سوم) کہ تمام بھلائی اور خیر و برکت قرآن کریم میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ وہی اللہ جو رحمٰن ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے اپنی جماعت کو یہ تعلیم دی۔

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۳)

اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے روحانی تجربہ کے بناء پر قرآن مجید کی روحانی تاثیرات کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یاالٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

جماعت احمدیہ یہ عقیدہ رکھتی ہے اور اس بات کی دعویٰ دار ہے کہ اس وقت دُنیا کو جس قدر بھی مسائل درپیش ہیں خواہ وہ معاشیات سے تعلق رکھتے ہوں یا اقتصادیات سے، خواہ وہ مذہبیات سے متعلق ہوں یا دُنیا میں امن پسندی سے، ان سب کا حل قرآن کریم میں موجود ہے اور جیسے جیسے دُنیا میں قرآن کریم کی اشاعت زیادہ ہو گی اور قرآنی تعلیمات سے لوگ روشناس ہوں گے دُنیا کو درپیش مشکلات بھی ختم ہوتی جائیں گی۔ اور اس بات کا بیڑا آج جماعت احمدیہ نے اُٹھایا ہے کہ قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کئے جائیں اور دُنیا کے سامنے قرآن کریم کا آسان ترجمہ پیش کیا جائے کہ تا ہر کس وناکس قرآن کریم کا خود مطالعہ کر کے اس کی تعلیمات کو اپنے لئے لائحہ عمل بنا سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کے ایسے ایسے معارف لوگوں کے سامنے بیان کئے ہیں جو آج تک کسی نے بیان نہ کئے تھے آپ نے جیسا کہ آپ کو الہام ہوا تھا کہ الخیر کلّهٗ فی القرآن وہ تمام خیر قرآن کریم سے نکال کر لوگوں کے سامنے پیش کر دی۔

حضرت الحاج مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کے جو درس دیئے وہ بھی قرآن کریم کی معارف پر شاہد ناطق ہیں اسی طرح قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے لئے آپ کے دیئے ہوئے نوٹ بھی بہت سے قرآنی مسائل سے پردہ ہٹانے والے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں قرآن کریم کی بے حد خدمت کی گئی اور آپ نے دُنیا کے سامنے قرآن کریم کی ایسی تفسیر پیش کی جو موجودہ زمانہ کے لحاظ سے بہت ہی اعلیٰ اور بے نظیر ہے اسی طرح سے قرآن کریم کا وہ انگریزی ترجمہ جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں نامکمل رہ گیا تھا آپؓ نے اپنی نگرانی میں مکمل کروایا۔ پھر بامحاورہ اُردو ترجمہ تفسیر صغیر کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ کئی مجلدات پر مشتمل تفسیر کبیر تصنیف فرمائی۔ جو قرآنی معارف کا ایک شاہکار ہے۔

حضور رضی اللہ عنہ کی تحریر فرمودہ یہ تفسیریں علمی لحاظ سے اس پایہ کی ہیں کہ اہل علم اور معزز مسلم اور غیر مسلم اصحاب ان سے از حد متأثر ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اقرار کیا ہے کہ مذہب اور قرآن کریم کی اہمیت اور اسلام کی حقیقی خوبیوں کا علم جس طرح ان تفسیروں سے حاصل ہوتا ہے اس طرح اور کسی کتاب سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بہت سے لوگ قرآن مجید کی انہیں تفسیروں کو پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔

جماعت احمدیہ کا چونکہ نصب العین ہی یہ ہے کہ قرآن کریم کو تمام دُنیا میں پھیلایا جائے اور اس کی تعلیمات سے تمام دُنیا کو روشناس کروایا جائے اس لئے جماعت احمدیہ کے ہر خلیفہ اور امام نے اس کام کی طرف بہت زیادہ توجہ دی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کریم کی اشاعت کو وسیع سے وسیع تر کرنے کے لئے جماعت کے سامنے صد سالہ جوبلی منصوبہ پیش کیا۔ اور اس کے لئے ایک عظیم نصب العین متعین کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جب جماعت احمدیہ کے قیام پر ایک صدی گذرے گی اور دوسری صدی شروع ہو گی تو وہ خدا کی بشارتوں کے ماتحت انشاء اللہ غلبہ اسلام کی صدی ہو گی غلبہ اسلام کی صدی کے استقبال کے لئے ضروری ہے کہ اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے ہم پورے عزم و ہمت کے ساتھ قرآنی انوار کو دُنیا کے گوشے گوشے تک پہنچانے کے لئے انتہائی قربانیاں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اسی منصوبہ کے تحت دُنیا بھر میں تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے لئے ایک فنڈ مقرر فرمایا اور اڑھائی کروڑ روپیہ جمع کرنے کی تحریک جماعت کے سامنے پیش کی اور اس روپیہ کے ذریعہ ہونے والے کاموں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اس سے ہم نے غلبہ اسلام کی صدی کا استقبال کرنا ہے نئے مشن قائم کرنے ہیں۔ نئی مساجد تعمیر کی جانی ہیں۔ دُنیا کی سَو زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کرنا ہے اسلامی لٹریچر کی مختلف ممالک کی زبانوں میں کثرت سے اشاعت کرنی ہے۔"

(خطاب جلسہ سالانہ ربوہ ۲۷ دسمبر ۱۹۷۳ء)

اسی منصوبہ کے تحت جماعت نے خدا تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کرنے کے کام کو تیز سے تیز تر کر دیا ہے۔ چنانچہ اب تک دُنیا کی اہم ترین تیس سے زیادہ زبانوں میں قرآن کریم کے جماعت احمدیہ کی طرف سے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بعض زبانوں کے تراجم کے تو کئی کئی ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔ اس وقت تک جن زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کئے گئے ہیں اُن میں سے چند زبانیں یہ ہیں:۔

اُردو۔ پنجابی۔ انگریزی۔ ہالینڈ کی زبان ڈچ۔ جرمنی کی زبان جرمن۔ نائیجیریا کی زبان یوروبا۔ ڈنمارک کی زبان ڈینش۔ یوگنڈا کی زبان لوگنڈا۔ یورپ کی جدید زبان اسپرنٹو۔ انڈونیشیا کی زبان انڈونیشن اور فرنچ وغیرہ۔

اس کے علاوہ بہت سی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کئے جا رہے ہیں جو کہ انشاء اللہ جلد از جلد شائع کر دیئے جائیں گے۔ ان میں ہندوستان کی زبان ہندی اور تامل کے علاوہ گھانا کی زبانیں فنٹے۔ توائی۔ نائیجیریا کی زبان ہاؤسا۔ فجی کی زبان فیجین اور روسی زبان بھی شامل ہے۔

جماعت احمدیہ صد سالہ جشن ۱۹۸۹ء میں منانے سے قبل اس ارادہ کی پوری کوشش کر رہی ہے کہ دُنیا کی ایک سَو زبانوں میں تراجم شائع کر کے دُنیا کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس نصب العین کے حصول کے لئے جماعت کو کام میں تیزی پیدا کرنے کی طرف بار بار توجہ دلا رہے ہیں۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ ہم اپنے اس روحانی پروگرام اور منصوبہ میں خدا کی دی ہوئی توفیق سے بہت جلد کامیاب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خدمت قرآن کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے تا ہم دُنیا کو اس خیر و برکت اور سعادت سے بہرہ ور کر سکیں۔ وفقنا اللّٰہ التوفیق ٭

احمدیت کا روشن اور تابناک مستقبل

بقیہ صفحہ (۲۰)

اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دُنیا دُوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسٰی اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اِس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پُوری نہیں ہوگی کہ عیسٰی کا انتظار کرنے والے کیا مُسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اِس جھُوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دُنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھُولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"۔

(تذکرۃ الشہادتین ۶۵)

پس یہ ہے احمدیت کے روشن اور تابناک مستقبل کے کچھ خدوخال۔ اس لئے مبارک ہے وہ شخص جو اِن باتوں پر غور کرتا اور جیتے جی اپنے لئے فلاح و نجات کی راہ متعین کر لیتا ہے ——!!

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ٭

دلچسپ تبلیغی گفتگو

بقیہ صفحہ (۱۸)

اس کے معنی ختم کرنے کے نہیں ہوتے بلکہ افضل اور اکمل ترین وجود کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کے بارہ میں فرمایا یا علیؓ انت خاتم الاولیاء کما انا خاتم الانبیاء (بحوالہ تفسیر صافی) اے علی! تم خاتم الاولیاء ہو جیسے کہ مَیں خاتم الانبیاء ہُوں۔ اگر غیر احمدیوں کے معنوں کے مطابق خاتم الانبیاء کے یہ معنی کئے جائیں کہ آپؐ نے نبی ختم کر دیئے، آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو پھر خاتم الاولیاء کا مطلب یہ ہونا چاہیئے کہ حضرت علی رضؓ کے بعد کوئی ولی نہیں ہوگا۔ جبکہ یہ ظاہر و باہر امر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد اُمّتِ محمدیہ میں ہزارہا اولیاء پیدا ہوئے۔ پس محاورۂ عرب کے مطابق خاتم الانبیاء کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے کرام میں افضل ترین اور نبوّت کے جملہ کمالات کو حاصل کرنے کے لحاظ سے اکمل ترین وجود ہیں۔ آپؐ سے بلند مرتبہ والا نبی نہ ہُوا ہے نہ آئندہ ہوگا۔ آپؐ ہی اوّلین و آخرین میں خاتم النبیین ہیں۔

ختم نبوّت کے مسئلہ پر یہ بحث قریب دو گھنٹے جاری رہی۔ جس کا بفضلہٖ تعالیٰ سامعین پر بہت اچھا اثر ہُوا۔ اس بزرگ کی ابتدائی بات یعنی مردان کی مسجد کے گرانے کے واقعہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے میں یہ عرض کروں گا کہ احمدیوں کی عبادت گاہوں اور مساجد کو گرانے کا جو غیر اسلامی کام پاکستانی مُلّاؤں نے شروع کر رکھا ہے: اس کو پاکستان کے سنجیدہ عوام ہرگز اچھا نہیں سمجھتے۔

اللہ تعالیٰ ان مُلّاؤں کو سمجھ عطا کرے۔ آمین۔

یَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ
تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے
(الہام حضرت مسیح پاک علیہ السلام)
پیشکردہ
کرشن احمد، گوتم احمد اینڈ برادرس، سٹاکسٹ جیون ڈریسز۔ مدینہ میدان روڈ۔ بھدرک۔ ۷۵۶۱۰۰ (اڑیسہ)
پروپرائیٹر:۔ شیخ محمد یونس احمدی۔ فون نمبر 294
"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے!"
(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)
SK. GHULAM HADI & BROTHERS READYMADE GARMENTS DEALER
CHANDAN BAZAR, BHADRAK, Distt.- BALASORE (RISSA)
"فتح اور کامیابی ہمارا مقدر ہے۔"
ارشاد حضرت ناصر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ۔
احمد الیکٹرانکس
کورٹ روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)
گڈلک الیکٹرانکس
انڈسٹریز روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)
ایمپائر ریڈیو۔ ٹی۔ وی۔ اوشا پنکھوں اور سلائی مشین کی سیل اور سروس۔
ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے!
(کشتی نوح)
پیشکش:۔
ROYAL AGENCY
PRINTERS, BOOKSELLERS EDUCATIONAL SUPPLIERS
CANNANORE - 67000 Phone No. 4498.
HEAD OFFICE P.O. PAYANGADI-6303 (KERALA) PHONE 12
"پندرھویں صدی ہجری غلبۂ اسلام کی صدی ہے!"
(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)
پیشکش
SAIRA Traders
WHOLESALE DEALER IN HAWAI & PVC. CHAPPALS.
SHOE MARKET, NAYAPOOL, HYDERABAD-500002.
PHONE NO. 522860.
"قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے۔" (ملفوظات جلد ہشتم ص ۳۱)
فون نمبر 42916
ٹیلیگرام "ALLIED"
الائیڈ پروڈکٹس
سپلائرز:۔ کرشڈ بون۔ بون۔ بون سینیوس۔ ہارن ہوفس وغیرہ
نمبر ۲۴۰/۴/۲ عقب کاچی گوڑہ ریلوے سٹیشن۔ حیدرآباد ۲۷ (آندھرا پردیش)
ھُوَالنَّاصِرُ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
کراچی میں معیاری سونا کے زیورات بنوانے اور خریدنے کے لئے تشریف لائیں!
الرؤف جیولرز
۱۶۔ خورشید کلاتھ مارکیٹ، حیدری، شمالی ناظم آباد۔ کراچی۔
فون نمبر:۔ 617069
ہر قسم اور ہر ماڈل کے
موٹر کار۔ موٹر سائیکل۔ کی خرید و فروخت اور تبادلہ کے لئے آٹو ونگز کی خدمات حاصل فرمایئے
AUTOWINGS
13 - SANTHOME HIGH ROAI
MADRAS - 600004
PHONE 76360
74350
آٹو ونگس

Regd. No P. GDR-3

The Weekly Badr QADIAN 143516

Phone No. 35

18th, 25th Dec. 1986

ANNUAL NUMBER

PRICE Rs. 3-00

Only Title Printed at HAMDARD PRINTING PRESS JALANDHAR